INTELLIGENCE SYSTEM OF THE HOLY PROPHET IN THE GUIDANCE OF INTELLIGENCE RULE

حضوراکرم کے نظامِ سراغ رسانی کی تعلیمات کی روشنی میں انٹیلی جنس کے راہنما اصول

Wing Comm*ander Dr Nasir Majeed Malik*

ABSTRACT*: Intelligence system is considered to be one of the important tools used by military and civil secret agencies to defend and strengthen a nation. Intelligence system is thought to be one of the oldest studies of known history. Intelligence system consists of correct and accurate information, gathered after great struggle and facing difficulties. This department if related to both peace and war. Intelligence is a basis of formulating all military strategies and plans. The importance of intelligence system both in day to day life and as a nation cannot be overemphasized. The chapter forwards certain analytical and comparative comments and the required criteria for the establishment of a Model Espionage Network in an Islamic state. The salient features of this network are listed below:- (a) It should promote justice and curtail cruelty and injustice. (b) It must have a strategy to counter the internal and external threats. (c) It must have a counter espionage system through which enemy spies should be thoroughly watched. (d) It should have the capacity to use the latest technical gadgets efficiently. (e) It should always keep in sight the preparedness and movement of the enemy. (f) It should avoid the operators to be involved in immoral activities for intelligence collection. (g)It should discourage the agents to kill innocent people or cheat them. (h) It should follow all religious and moral values. (j) It should discourage the enemy propaganda and highlight the truth. (k) It should direct its espionage efforts against anti-state elements. Since Jihad is the struggle to protect the stability and interest of the state. Therefore, espionage falls in the same category too. Certain reconnaissance missions were initiated for the training of spies. The Holy Prophet (PBUH) promoted peace and killed evils through Ghazwat. To know the evil intentions of the Jews, Hazrat Zaid (RA) was directed to learn Ibrani language. Similarly, Hazrat Abu Bakar (RA) used the techniques of (Toria) in which those words are used which were having dual meaning. In intelligence system, security means to protect your vital assets, secrets, planning, weapons and other information in such a way that enemy should not gain access to or destroy it. Counter intelligence is the combination of all efforts to counter the enemy efforts of espionage, subversion and sabotage or other such activities. The chapter also stresses on the need that the methodology employed by the Holy Prophet (SAW) regarding intelligence system be thoroughly studied to compare them with modern techniques of secret services.*

KEYWORDS: *Intelligence system, Islamic Intelligence system, Holy Prophet's Intelligence System.*

جاسوسی کا علم خفیہ علوم میں سے ہے۔ جاسوسی درست اور مصدقہ معلومات کا نام ہے جن کا حصول عمومی طور پر سخت جدوجہد اور کوشش کے بغیر ناممکن ہے۔ سراغ رسانی کو عربی میں استخبارات کہا جاتا ہے، جبکہ یہ انگریزی لفظ انٹیلی جنس کا مترادف ہے۔ ہر مملکت کو اندرونی امن یا بیرونی خطرات سے نمٹنے کے لئے قبل از وقت آگاہی کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے

اسلامی اساس

ایک مکمل ضابطہ حیات کی حشیت سے قرآن حکیم کے زندگی ہر کے لئے اصول فراہم کرتا ہے، لیکن چونکہ اسلام کسی خاص دور یا جغرافیائی خطے تک محدود نہیں اس لئے ان رہنما اصولوں کی عملی شکل اور طریقہ کار کی تفصیلات کا تعین نہیں کرتا- یہ اسلام کی آفاقیت ہی ہے جو مسلمانوں کو آزادی دیتی ہے کہ وہ اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق زندگی کے مختلف شعبوں کو منظم کر سکیں-انٹیلی جنس کی اسلامی اساس آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث ہے "نخلہ تک چلے جاو، وہاں پہنچ کر مخفی طور پر (قریش) کے حالات معلوم کرو اور ہمارے پاس اس کی خبر لاو"- آنحضرت ﷺ نے اپنے ایک قرابت دار کی قیادت میں بارہ آدمیوں پر مشتمل جاسوسی کا ایک قافلہ ترتیب دیا تھا اور اس کو مدینہ اور مکہ کی درمیانی منزلوں پر واقع نخلہ کے مقام کی طرف روانہ کیا تھا اور فرمایا تھا: "اپنا آپ ظاہر نہ کرنا" اس کا مطلب یہ کہ جاسوسی کے لئے اسلام میں بھی فرضی تشخص اور فرضی کہانی کی اجازت ہے، جس کو جھوٹ سے منسوب نہیں کیا جا سکتا-

جواز کی شرائط

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جا ایذا نہ دے بیٹھو اور اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاو" اس آیت میں زور دیا گیا ہے کہ جب بھی کوئی غیر معتبر یا اجنبی شخص کوئی غیر معمولی خبر لیکر آئے تو فوری طور پر بغیر تحقیق کے اس پر یقین نہیں کر لینا چاہئے بلکہ ہر ممکنہ طریقہ سے پہلے اسکی تحقیق کر لینی چاہئے مبادا کہ اسکے نتیجہ میں کوئی غلط فیصلہ کر کے ذاتی طور پر یا اجتماعی نقصان کا ذریعہ نہ بن بیٹھو-

سورۃ الممتحنہ کی پہلی آیت مسلمانوں کو یہ پیغام دیتی ہے کہ تمہارے دوست صرف مسلمان ہی ہو سکتے ہیں- ارشاد ہوتا ہے: "اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناو- تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا، گھر سے جدا کرتے ہیں رسول ﷺ کو اور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے- اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو- تم انہیں خفیہ پیام محبت بھیجتے ہو، اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاو اور جو ظاہر کرو اور تم میں جو ایسا کرے بیشک وہ سیدھی راہ سے بہکا"-

مولانا نعیم مراد آبادی 'خزائن العرفان فی تفسیر القرآن' میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس کا شان نزول بیان کرتے ہیں! "بنی ہاشم کے خاندان کی ایک باندی سارہ مدینے میں سید عالم ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئی جبکہ فتح مکہ کا سامان فرما رہے تھے حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیا تم مسلمان ہو کر آئی ہو؟ اس نے کہا نہیں- فرمایا کیا ہجرت کر کے آئی؟ عرض کیا نہیں- فرمایا پھر کیوں آئی؟ اس نے کہا- محتاجی سے تنگ آ کر بنی عبد المطلب نے اسکی امداد کی، کپڑے بنائے، سامان دیا- حاطب بن ابی بلتعہ اس سے ملے— انہوں نے اسکو دس دینار دیئے- ایک چادر دی اور ایک خط اہل مکہ کے پاس اس کی معرفت بھیجا- جس کا، مضمون یہ تھا کہ سید عالم ﷺ تم پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں- تم سے اپنے بچاو کی جو تدبیر ہو سکے، کرو- سارہ یہ خط لیکر روانہ ہو گئی- اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اسکی خبر دی- حضور ﷺ نے اپنے چند اصحاب کو جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے- گھوڑوں پر روانہ کیا اور فرمایا- مقام روضہ خاخ پر تمہیں ایک سافر عورت ملے گی- اسکے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ہے جو اہل مکہ کے نام لکھا گیا ہے، وہ خط اس سے لے لو اور اسکو چھوڑ دو اگر انکار کرے تو اسکی گردن مار دو- یہ حضرات روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا، جہاں حضور ﷺ نے فرمایا تھا- اس سے خط مانگا وہ انکار کر گئی اور قسم کھا گئی- صحابہ رضی اللہ عنہ نے واپسی کا قصد کیا- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بقسم فرمایا کہ سید عالم ﷺ کی خبر خلاف ہو ہی نہیں سکتی اور تلوار کھینچ کر عورت سے فرمایا! خط نکال یا گردن رکھ- جب اس نے دیکھا کہ حضرت بالکل آمادہ قتل ہیں- تو اپنے جوڑے سے خط نکالا- حضور ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا! اے حاطب اسکا کیا باعث- انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں جب سے اسلام لایا، کبھی میں نے کفر نہ کیا- اور جب سے حضور ﷺ کی نیاز مندی میسر آئی، کبھی حضور ﷺ کی خیانت نہ کی اور جب سے اہل مکہ کو چھوڑا، کبھی انکی محبت نہ آئی- لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں قریش میں رہتا تھا اور انکی قوم سے نہ تھا- میرے سوا اور جو مہاجرین ہیں، اسکے مکہ مکرمہ میں رشتے دار ہیں- جو انکے گھر بار کی نگرانی کرتے ہیں- مجھے اپنے گھر والوں کا اندیشہ تھا- اسلئے میں نے یہ چاہا کہ میں اہل مکہ پر کچھ احسان رکھ دوں- تاکہ وہ میرے گھر والوں کو نہ ستائیں اور یہ میں یقین سے جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اہل مکہ پر عذاب نازل فرمانے والا

ہے میرا خطا انہیں بچانہ سکے گا- سید عالم ﷺ نے انکا یہ عذر قبول فرمایا اور انکی تصدیق کی- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا- یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے! اس منافق کی گردن ماردوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا! اے عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ خبردار ہے جب ہی اس نے اہل بدر میں فرمایا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا- یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنسو جاری ہوگئے- اور آیات نازل ہوئیں-"

اسلام میں جنگ اور اس کے متعلقہ امور کے بارے میں قرآنِ پاک اور نبی ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ کی روشنی میں جو تعلیمات اور ہدایات اپنے صحابہ کرام کو دیں، اس کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے- جنگ بظاہر ایک بے رحمی، ایک بھیانک تصویر اور ایک وحشیانہ فعل نظر آتی ہے اور فی الواقع ہے بھی کچھ ایسا ہی- یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ اسکے اندر بھی کچھ بلند اقدار ہوسکتی ہیں اور ایک پیغمبر جو آیا ہی اس لئے تھا کہ اعلیٰ اقدار کو قائم کرے، کس طرح خوں ریزی روا رکھ سکتا ہے- اس خدا نے کیونکر جنگ و خوں ریزی کی اجازت دی۔ جس کی سب سے بڑی صفت رحمٰن ورحیم ہے- ان حقائق کی پردہ کشائی کے لئے سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جنگ محض ایک حصہ ہے جہاد کا اور "جہاد "ایک ایسا لازمی جزو زندگی ہے، جسے زندگی سے علیحدہ کیا ہی نہیں جا سکتا- صرف انسانی زندگی میں ہی نہیں۔ بلکہ ساری کائنات مکمل جہاد میں ہے- ہر شے شعوری یا غیر شعوری طور پر آگے بڑھنے کے لئے ہر آن مصروفِ جہاد ہے، خواہ تکوینی انداز سے ہو یا اختیاری رنگ سے- ہر پودا برگ و بار لانے کے لئے جہاد کرتا ہے اور ہر حیوان اپنی منازل بقا طے کرنے کے لئے جہاد میں مصروف رہتا ہے- پھر انسان جہاد سے گریز کرکے کس طرح اپنا مقصد حاصل کر سکتا ہے؟ اور مسلمان تو جہاد سے الگ رہ کر مسلمان ہی نہیں رہ سکتا لیکن یہ خوب سمجھ لینا چاہئے کہ جنگ سراپا جہاد نہیں بلکہ جہاد جنگ کا صرف ایک حصہ ہے- جہاد نام ہے کشمکشِ حیات سے حسن وخوبی کے ساتھ گزرنے کا- لیکن بدقسمتی سے جہاد اور جنگ کو ایک ہی مترادف چیز سمجھ لیا گیا ہے- بلاشبہ ہر جنگ ایک جہاد ہے لیکن ہر جہاد ایک جنگ نہیں- ہر انسان جاندار ہے لیکن ہر جاندار انسان نہیں- جہاد کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو اس کے بعد جنگ کی حقیقت بھی خود بخود واضح ہو جائے گی- چند احکامِ جنگ ملاحظہ ہوں-

اسلامی آداب جنگ

اسلامی قوانین کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

"تم دشمنوں کے ساتھ اتنا ہی کرتے ہو جتنا تمہارے ساتھ کیا گیا ہے۔"

"اور اگر صبر ودرگزر سے کام لو تو تمہارے لئے بہتر ہے"(۱)

"کسی کی دشمنی تمہیں عدل سے باہر نہ لے جائے- عدل کرنا چاہئے کیونکہ یہ تقویٰ کے قریب ہے"۔ "بے شک اللہ تعالیٰ حد تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔(۲)

حضور ﷺ کے فرامین۔

حضور ﷺ کے فرامین بھی ملاحظہ ہوں۔

1) اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں اللہ کے نافرمانوں سے جہاد کرو۔

2) بدعہدی اور خیانت نہ کرو۔

3) لاشوں کا مثلہ نہ کرو۔(یعنی ناک کان وغیرہ مت کاٹو)

4) راہبوں اور گوشہ نشینوں کو نہ چھیڑو۔

5) کھجور یا کوئی اور پھل دار درخت کو نہ کاٹو۔

6) عمارت کو نہ گراؤ۔

7) عورتوں، بچوں، بوڑھوں، مریضوں اور غیر محارب آدمیوں کو نہ چھیڑو۔

فتح مکہ کے وقت کی ھدایات۔

فتح مکہ کے وقت کی ہدایات بھی سن لیں۔

1) حرم میں خون ریزی نہ ہو۔

2) صرف اس کا مقابلہ کیا جائے جو سامنے آکر مقابلہ کرے۔

3) جو شخص کعبہ میں داخل ہو، اسے پناہ۔

4) جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو، اسے پناہ۔

5) جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے اسے پناہ۔

6) بھاگنے والے کا تعاقب نہ ہو۔

7) زخمی اور اسیر قتل نہ کئے جائیں۔

یہ ہیں مختصر نمونے ان قوانین کے جن کا ہر مجاہد کو جنگ کے موقعے پر پیشِ نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ بین الاقوامی اور عالمگیر جنگوں میں جتنا بھی ان باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے، اس سے ہر شخص واقف ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلامی جہاد تو انسانیت کے لئے رحمت ہے اور بربریت اور درندگی دراصل جنگیں ہیں، جو اسلامی جہاد کو بربریت قرار دیتے ہیں۔ اس حقیقت سے ہمارے معترضین بے خبر نہیں، لیکن ان کی بربریت چھپ ہی اس صورت میں سکتی ہے کہ اسلامی جہاد کو بربریت اور وحشت ثابت کرنے کی کوشش اور پروپیگنڈا کرتے رہیں۔ غرض ان تمام پروپیگنڈا کا مقصد صرف یہ ہے کہ اولاً تو مسلمان اس فریضہ زندگی سے کنارہ کش ہو جائیں اور ثانیاً خود معترضین کی جنگی درندگیوں پر پردہ پڑا رہے۔ جنگ اگرچہ ناگزیر چیز ہے لیکن کہ بجائے خود ایک مقصد نہیں، مقصد فتنہ فساد کو دُور کرنا ہے۔ اس کی مثال عملِ جراحی اور آپریشن کی سی ہے۔ اس میں اگرچہ تکلیف ہی ہوتی ہے۔ لیکن مقصد آرام پہچانا ہی ہے۔ قرآن اس مقصد کو یوں واضح کرتا ہے: "اگر تم ایسا نہیں کروگے تو اس سے بھی بڑا فتنہ اور فساد ہوتا رہے گا"۔ (۳)

جنگ خود ایک چھوٹا فتنہ اور غیر مطلوب شئے ہے اس لئے اس سے گریز ضروری ہے، لیکن جب اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہے تو پھر حرج نہیں۔

سرایا کے اغراض و مقاصد:

غزوہ بدر سے قبل جو سرایا اور غزوات لڑے گئے، ایسی مہمات رمضان 1ھ سے رجب 2ھ تک کے درمیانی عرصے میں پھیلی ہوئی ہیں۔

اِن میں سے کچھ مہمات کی غرض و غایت قریش کی تجارتی شاہراہ پر نظر رکھنا تھی، جبکہ بعض کا مقصد اردگرد کے قبائل کے ساتھ دوستی کے معاہدات طے کرنا تھا۔ بعض قبائل کے ساتھ دوستی کے معاہدات طے کرنے کے بعد اُن کو ناوابستہ کر دیا گیا۔ ان حملوں (سریہ) میں سے ایک نخلہ پر کیا گیا جو کہ طائف اور مکہ کے درمیان واقع تھا۔ صفوان پر حملہ انتقامی نوعیّت کا حمل تھا۔ اِن مہمات پر صرف مہاجرین نے حصّہ لیا کیونکہ ابھی آپ ﷺ نے انصار پر عسکری بوجھ ڈالنا مناسب خیال نہ کیا کیونکہ اُن کے احسانات پہلے ہی بہت زیادہ تھے۔ دوسرے مہاجرین کو جغرافیائی لحاظ سے ارد گرد کے ماحول سے واقف کرانا ضروری تھا۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اِن مہمات میں خُون کا ایک قطرہ بھی نہ بہایا گیا۔

بعض سرایا جاسوسوں کی تربیت کیلئے روانہ کئے جاتے تھے تاکہ ان میں ڈسپلن پیدا ہو۔ تاکہ انہیں مستقبل میں کامیابی سے استعمال کیا جاسکے۔

غزوات کے عملی فوائد

آپ ﷺ نے ان غزوات کے ذریعے امن وامان قائم کیا، فتنے کی آگ بجھائی۔ اسلام اور بُت پرستی کی کشمکش میں دشمن کی شوکت توڑ کر رکھ دی۔ اور انہیں اسلامی دعوت و تبلیغ کی راہ آزاد چھوڑنے اور مصالحت کرنے پر مجبور کر دیا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ان جنگوں کی بدولت یہ بھی معلوم کر لیا کہ آپ ﷺ کا ساتھ دینے والوں میں کون سے لوگ مخلص ہیں اور کون سے لوگ مُنافق ہیں، جنہوں نے خانہ دل میں غدر و خیانت کے جذبات چھپائے ہوئے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے محاذ آرائی کے عملی نمونوں کے ذریعے مسلمان کمانڈروں کی ایک زبردست جماعت بھی تیار کر دی۔ جنہوں نے آپ ﷺ کے بعد عراق و شام کے میدانوں میں فارس و روم سے ٹکر لی اور جنگی پلاننگ اور تکنیک میں ان کے بڑے بڑے کمانڈروں کو مات دے کر انہیں ان کے مکانات اور سرزمین، اموال و باغات، چشموں اور کھیتوں، آرام دہ اور باعزت مقام اور مزید نعمتوں سے نکال باہر کیا۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ان غزوات کی بدولت مسلمانوں کیلئے رہائش، کھیتی، پیشے اور کام کا انتظام فرمایا۔ بے خانماں اور محتاج پناہ گزینوں کے مسائل حل فرمائے۔ ہتھیار، گھوڑے، ساز و سامان اور اخراجاتِ جنگ مہیا کئے اور یہ سب کچھ اللہ کے بندوں پر ذرہ برابر ظلم و زیادتی اور جور و جفا کئے بغیر حاصل کیا۔

آپ ﷺ نے اسباب و وجوہ اور اغراض و مقاصد کو بھی تبدیل کر ڈالا جن کے لئے دورِ جاہلیت میں جنگ کے شُعلے بھڑکا کرتے تھے، یعنی دورِ جاہلیت میں جنگ نام تھی لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا، ظلم و زیادتی اور انتقام و تشدّد کا، کمزوروں کو کچلنے، آبادیاں ویران کرنے اور عمارتیں ڈھانے کا، عورتوں کی بے حرمتی کرنے اور بوڑھوں، بچوں اور بچیوں کے ساتھ سنگ دلی سے پیش آنے کا، کھیتی باڑی اور جانوروں کو ہلاک کرنے اور زمین میں تباہی و فساد مچانے کا۔ مگر اسلام نے اس جنگ کی روح تبدیل کر کے اسے ایک مقدس جہاد میں بدل دیا۔ جسے نہایت موزوں اور معقول اسباب کے تحت شروع کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے ایسے شریفانہ مقاصد اور بلند پایہ اغراض حاصل کئے جاتے ہیں جنہیں ہر زمانے اور ہر ملک میں انسانی معاشرہ کیلئے باعث اعزاز تسلیم کیا گیا ہے۔ کیونکہ اب جنگ کا مفہوم یہ ہو گیا تھا کہ انسان کو قہر و ظلم کے نظام سے نکال کر عدل و انصاف کے نظام میں لانے کی مسلّح جدوجہد کی جائے۔ یعنی ایک ایسے نظام کو جس میں طاقتور کمزور کو کھا رہا ہو، اُلٹ کر ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جس میں طاقتور کمزور ہو جائے، جب تک کہ اس سے کمزور کا حق لے نہ لیا جائے۔ اسی طرح اب جنگ کا معنی یہ ہو گیا تھا کہ ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کو نجات دلائی جائے جو دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے ولی بنا، اور اپنے پاس سے مددگار بنا۔ نیز اس جنگ کا معنی یہ ہو گیا کہ اللہ کی زمین کو غدر و خیانت، ظلم و ستم اور بدی و گناہ سے پاک کر کے اس کی جگہ امن وامان، رافت و رحمت، حقوق رسانی اور مروت و انسانیت کا نظم بحال کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے جنگ کیلئے شریفانہ ضوابط بھی مقرر فرمائے اور فوجیوں اور کمانڈروں پر ان کی پابندی لازمی قرار دیتے ہوئے کسی حال میں ان سے باہر جانے کی اجازت نہ دی۔ حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو کسی لشکر یا سریہ کا امیر مقرر فرماتے تو اُسے خاص اس کے اپنے نفس کے بارے میں اللہ عزوجل کے تقویٰ کی اور اس کے مسلمان ساتھیوں کے بارے میں خیر کی وصیّت فرماتے، پھر فرماتے ''اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں غزوہ کرو۔ جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ان سے لڑائی کرو۔ غزوہ کرو، خیانت نہ کرو، بدعہدی نہ کرو، ناک کان وغیرہ نہ کاٹو، کسی بچے کے قتل نہ کرو''۔ اسی طرح آپ ﷺ آسانی برتنے کا حکم دیتے اور فرماتے: آسانی کرو، سختی نہ کرو، لوگوں کو سکون دلاو، متنفر نہ کرو''(۴)

اور جب رات میں آپ ﷺ کسی قوم کے پاس پہنچتے تو صبح ہونے سے پہلے چھاپہ نہ مارتے۔ نیز آپ ﷺ نے کسی کو آگ میں جلانے سے نہایت سختی کے ساتھ منع کیا۔ اسی طرح ہاتھ باندھ کر قتل کرنے اور عورتوں کو مارنے اور انہیں قتل کرنے سے بھی منع کیا اور لوٹ مار کرنے سے روکا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوٹ کا مال مردار کی طرح حرام ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے کھیتی باڑی تباہ کرنے، جانور ہلاک کرنے اور درخت کاٹنے سے منع فرمایا، سوائے اس صورت کے کہ اس کی سخت ضرورت آن پڑے اور درخت کاٹے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے بلند پایہ قواعد وضوابط تھے جن کی بدولت جنگ کا عمل جاہلیت کی گندگیوں سے پاک صاف ہو کر مقدس جہاد میں تبدیل ہو گیا۔

ان تمام غزوات کے استخباراتی تجزیہ سے ہم درج ذیل حتمی نتائج اخذ کرتے ہیں:

مدینے کے ارد گرد آباد قبائل کے ساتھ معاہدات کیے جس نے حلیف بننا پسند کیا۔ اس کو حلیف بنالیا۔ جس نے غیر وابستگی کا عہد کیا اسے غیر وابستہ ہی رہنے دیا۔ اس طرح مدینے کے ارد گرد پہلی دفاعی لائن استوار کر لی۔ بعد ازاں ان قبائل کے ساتھ اپنے تعلقات کو دن بدن مستحکم کرتے رہے۔ ایک وقت آیا جب یہ قبائل آپ ﷺ کی افواج قاہرہ کے ہراول دستوں میں شمار ہونے لگے۔ عرب کے نقشے پر نظر ڈالیں تو آپ کو ایک چیز بڑی واضح نظر آئے گی۔ اہل مکہ اگر خشکی کے راستے شام اور مصر جانا چاہتے تو انہیں مدینے کے قریبی ساحلی علاقوں سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا۔ اگر مدینے سے ینبوع تک بسنے والے قبائل اور آبادیوں کو ہمنوا بنالیا جاتا تو مکے والوں کے قافلوں کا ادھر سے گزرنا بڑی حد تک خطرناک بنایا جا سکتا تھا۔ ان قبائل کے ساتھ انصار مدینہ کے پہلے ہی حلیفانہ تعلقات تھے۔ اب آنحضرت ﷺ نے ان کی تجدید کی اور ان تعلقات میں آپس کی امداد کی دفعات بڑھادیں۔ آپ ﷺ نے پہلے چھوٹی چھوٹی مہمات بھیج کر ان قبائل سے گفت شنید کے عمل کو آگے بڑھایا۔ پھر خود جا کر ان معاملات کو حتمی معاہدوں کی شکل دی۔

یہ سرایہ اور غزوات آپ ﷺ کی جنگی حکمت عملی کی اساس اور دفاع مدینہ کی ابتدائی اور بنیادی کاوشیں تھیں۔ اس طرح مدینہ کو اپنے ارد گرد کے علاقوں میں بروقت اطلاعات فراہم کرنے والے لوگ بھی میسر ہو گئے اور مدینہ کے ارد گرد ایک دفاعی حصار بھی قائم ہو گیا۔

آپ ﷺ نے اپنے دورات القتال (لڑاکا دستوں) کو مسلسل ہوشیار رکھ کر اور اُن کو مختلف علاقوں میں بھیج کر اور بعض اوقات اُن کی قیادت سنبھال کر نہ صرف یہ کہ اُن کی جنگی تربیت کی بلکہ اُن کو ان علاقوں سے مکمل واقفیت بھی دلائی۔

آنے والے ایام میں یہ جنگی دستے آپ ﷺ کے نظامِ دفاع میں ریڑھ کی ہڈی ثابت ہوئے۔ ان دستوں نے مدنی استخبارات کے ساتھ مل کر دشمن کی تمام معاندانہ کارروائیوں کا منہ توڑ جواب دیا۔

استخباراتی نظام کی بہت بڑی کامیابی یہ ہوتی ہے، اگر دشمن لڑائی ہونے سے بہت پہلے اس بات کا ادراک کر لے کہ اس کا واسطہ جن لوگوں کے ساتھ پڑا ہے وہ ترنوالہ نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سرایا اور غزوات کے ذریعے کفار مکہ کو یہ باور کرا دیا کہ مدنی قیادت انتہائی بیدار مغز اور حالات پر گہری نظر رکھنے والی ہے۔ وہ مدینہ کے دفاع سے غافل نہیں ہے۔ اگر قریش مکہ اپنی مدینہ دشمن سرگرمیوں سے باز نہ آئے تو مجبوراً اُن کی رگ زندگی یعنی مکہ سے شام کی تجارتی شاہراہ کو بند کر دیا جائے گا۔ اہل مکہ کو اس قسم کے سرایا سے یہ بھی باور کرایا گیا کہ جیو اور جینے دو اور اہل مدینہ کو اتنا مجبور نہ کیا جائے کہ وہ اقدام کر گزریں جو اہل مکہ کی تباہی پر منتج ہو۔ اہل مدینہ خاص طور پر مہاجرین ایسا کرنے میں حق بجانب بھی تھے کیونکہ اہل مکہ نے اُن کے وسائل، جائیدادوں اور گھروں پر ناجائز قبضہ کر رکھا تھا۔ اگر مسلمان ایسا نہیں کر رہے تھے تو اس کا مقصد یہ ہرگز نہ تھا کہ وہ یہ اقدام اٹھانے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ امن اور آشتی کے ساتھ رہنا چاہتے تھے اور اُن کو اس قسم کی زندگی گزارنے کا پورا پورا حق بھی حاصل تھا۔

آپ ﷺ نے اس چیز کو ہرگز ہرگز ذہن سے محو نہیں ہونے دیا کہ مدینہ کے اندر یہود بھی آباد ہیں اور یہ لوگ باوجود میثاق مدینہ کی وجہ سے معاہد ہونے کے مسلمانوں کے وجود کو ایک بیرونی عنصر تصور کرتے تھے اور ان کا مدینہ سے اخراج اور استیصال ضروری سمجھتے تھے۔ وہ اُس وقت کے منتظر تھے جب مسلمان کمزور پڑ جائیں اور ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ چونکہ وہ خود ایسا کرنے کی

طاقت نہیں رکھتے تھے، لہذا اس مقصد کے لیے وہ بیرونی اسلام دشمن قوتوں کی طرف دیکھنے لگے۔ انہوں نے اہل مکہ سے اس مقصد کے لیے خفیہ رابطے ناطے قائم کر لیے تھے اور مدینہ کے اندر رہونے والے تمام امور سے اُن کو باخبر رکھتے تھے۔ لہذا آپ ﷺ کو اُن کے خلاف ضد استخبار کا انتظام وضع کرنا پڑا۔
آپ ﷺ نے ان غزوات اور سرایا کے ذریعے انہیں یہود مدینہ کے دلوں میں رعب اور دبدبہ بھی پیدا فرمایا۔ مسلمانوں کے خلاف موقع کی تلاش میں رہتے اور اوس و خزرج کے پرانے مخاصمانہ تعلقات کا اعادہ چاہتے تھے، اُن کی ایسی تمام کاوشوں کا تدارک فرمایا، جن کے ذریعے وہ مدینہ کے ان مسلمان قبائل کو عہد جاہلیت کے فساد میں مبتلا کرنا چاہتے تھے۔ اِن سرایا سے مسلمانوں کے درمیان یکجہتی اور یگانگت پیدا ہوئی۔ ایک ملی مودت کا جذبہ پروان چڑھا اور قوتِ اسلام کو تقویت ملی۔
مہاجرین کو مدینہ منورہ کے اندر آرام اور سکون میسر آ گیا تھا۔ مذہب اور عقائد کی بنیاد پر اُن پر کسی قسم کا جبر و تشدد نہیں ہو رہا تھا۔ اس طرح ان کے اندر ایک قسم کا جمود پیدا ہو رہا تھا، جبکہ رسول اللہ ﷺ کو دور افق پر ان کے خلاف اعداء کے بڑے بڑے حملے آتے نظر آ رہے تھے۔ ان کی بقا اس میں تھی کہ ان کے اندر روح عمل اور حربی قوت کو بیدار رکھا جاتا تا کہ موقع آنے پر یہ ہر حملے کا مقابلہ بطریق احسن کر سکتے۔ آپ ﷺ نے یہ مقصد بھی ان سرایا اور غزوات کے ذریعے حاصل کیا۔
ان غزوات اور سرایا میں دو اور بڑی اہم باتیں بھی ہمارے سامنے آتی ہیں:
(1) ان تمام غزوات اور سرایا کے لیے صرف مہاجرین کے دستے روانہ کیے گئے، ان میں کوئی فردِ انصار شامل نہیں کیا گیا۔
(2) یہ دستے چھوٹی چھوٹی فوج پر مشتمل ہوتے تھے اور یہ کسی جنگی مقصد کے لیے بھیجے ہی نہیں گئے تھے۔ اس طرح حضور ﷺ کی طرف سے یہ سریے صرف اور صرف دفاعی، استخباراتی اور تربیتی مقاصد کے لیے تھے۔ چونکہ اصحاب سرایا کو ضبط نفس کی خصوصی تربیت دینی مقصود تھی۔ لہذا ان سرایا میں تعداد تھوڑی رکھی گئی تا کہ طاقت کے زعم میں کہیں لڑائی نہ چھیڑ بیٹھیں۔

دوسری زبانوں کا علم حاصل کرنے کی ہدایت

مہاجرین مکہ نے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد تجارت ہی کو پیشہ بنائے رکھا۔ مدینہ کے یہودی بھی تاجر تھے۔ ان کو یہ رقابت ایک آنکھ بھی نہ بھائی۔ ان کا تمام تر کاروبار عبرانی زبان میں ہوتا تھا، جس سے دوسرے لوگ ناواقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے ہی کھاتوں میں اپنی مرضی سے تحریف کر لیتے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔
ان مذموم حرکات سے بچنے کیلئے آپ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ بن حارث کو عبرانی سیکھنے کی ترغیب دی' انہوں نے جلد ہی اس زبان پر عبُور حاصل کر لیا۔ اس طرح یہودیوں کے معاشی راز حاصل کرنے میں خاطر خواہ پیش رفت ہوئی۔ قیاس کیا جاسکتا ہے، زید رضی اللہ عنہ بن حارث کے علاوہ کئی ایک دیگر افراد نے بھی انکی تقلید کی ہو گی۔
"رسول اکرم ﷺ کا نظام جاسوسی''میں پروفیسر محمد صدیق قریشی لکھتے ہیں۔: "ان مذموم حرکات سے بچنے کیلئے آپ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ بن حارث کو عبرانی سیکھنے کی ترغیب دی، انہوں نے جلد ہی اس زبان پر عبُور حاصل کر لیا۔ اس طرح یہودیوں کے معاشی راز حاصل کرنے میں خاطر خواہ پیش رفت ہوئی۔ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ زید رضی اللہ عنہ بن حارث کے علاوہ کئی ایک دیگر افراد نے بھی انکی تقلید کی ہو گی۔''(۵)

دشمن پر حملہ کرنے کی آپ ﷺ کی ہدایات

حضور ﷺ عام طور پر لشکر کے ساتھ رات کو سفر جاری رکھتے۔ تا کہ دشمن کو مسلمانوں کے متعلق علم نہ ہو سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ دشمن کے متعلق مکمل طور پر آگاہی حاصل کرنے کی خاطر ہر طرف اپنے جاسوس بھیجتے۔ ان کی فراہم کردہ اطلاعات کی روشنی میں آپ ﷺ سویرے سویرے

حملہ کرتے، یا ایسا کرنے کا حکم دیتے جیسے سریہ ابی سلمہ میں بنو اسد پر علی الصبح حملہ کیا گیا جو بہت کامیاب رہا۔ بنو اسد کو فرار ہونے ہی میں عافیت نظر آئی۔ اسی طرح رمضان ۷ ھجری میں ایک سریہ جُہینہ کے خلاف بھیجا گیا جب یہ لشکر وہاں پہنچا تو امیر لشکر اُسامہ رضی اللہ عنہ بن زید نے مخبر بھیجے۔ وہ خبر لائے تو آگے بڑھے، یہاں تک کہ ایک شب کو ان کے قریب جا پہنچے۔ اور دشمن کو بے خبری میں جا لیا۔

آپ ﷺ کی یہ واضح ہدایات تھیں کہ اگر دشمن کے سفراء سے ملاقات کرنا مقصود ہو تو پڑاؤ کے لئے ایسے حصے میں ملاقات کی جائے، جہاں اُن کو مسلمانوں کے پڑاؤ کے متعلق کچھ حالات معلوم نہ ہو سکے۔ اور اگر انہیں مرعوب کرنا مقصود ہو تو اُنہیں ایسے راستے اور طریقے سے لایا جائے۔ کہ وہ لشکر کا بہترین راستہ اور جانور دیکھ سکیں۔ حدیبیہ میں قریش کے سفراء سے گفتگو اسی ماحول میں ہوئی۔

غیر مسلموں کی جاسوسی کرنا

سورۃ توبہ کی آیت 120 میں ارشاد ہے: اور جو کچھ کسی دشمن کا بگاڑتے ہیں۔ اس سب کے بدلے ان کیلئے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔(۶)

بلکہ تم اسلام کو تقویت پہنچانے کیلئے جو کچھ دشمن سے حاصل کرتے ہو (وہ ان کے فوجیوں کو قیدی بنانا۔ ان سے مال چھیننا، زمین پر قبضہ کرنا یا انکی خفیہ معلومات حاصل کرنا) اللہ تعالیٰ اس خدمت پر تمھارے لئے ثواب لکھتے ہیں۔ اور داخلی، جنگی یہ سارے کان نیک شمار کئے جاتے ہیں۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کے اجر ضائع نہیں کرتا۔

غیر مسلموں کی جاسوسی کرنے والا حالت جہاد میں ہوتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ منافق ہر کام کر سکتا ہے، مجاہد نہیں ہو سکتا۔ ایک مسلم کی شان یہ ہے کہ جس طرف نبی قدم بڑھائیں، اسی طرف چلے۔ جہاں نبی کا پسینہ گرے، وہاں اپنا خون بہائے۔ اپنا مال، جان، اولاد سب قربان کرے۔ نبی ﷺ کی اور اسلام کی حمایت کرنے کی پاداش میں جو بھی تکالیف یا مصیبتیں آئیں، ان کے سامنے سینہ سپر ہو جائے۔ اگر کفّار خفا ہوں تو انکی خفگی کی پرواہ نہ کرے۔

ڈیسپشن

ایک کمانڈر کی جہاں سب سے بڑی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اسے دشمن کی سرگرمیوں کی لحہ بہ لحہ رپورٹ ملتی رہے تاکہ وہ اس کا بروقت تدراک کر سکے۔ وہیں اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کی بھی ہمہ تن تگ ودو میں لگا رہتا ہے کہ اس کے ارادوں، سرگرمیوں اور مہمات کی بھنک بھی دشمن کے کانوں تک نہ پہنچے اور اس کیلئے وہ خاطر خواہ کوششیں بھی کرتا ہے۔ ان کوششوں میں ایک ٹیکنیک ڈیسپشن کی بھی ہے۔ اس میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ دشمن کو اپنے عزائم کی نامکمل اور غلط خبر پہنچے تاکہ وہ دھوکہ کھا جائے۔ دوسرے لفظوں میں اس تک وہ خبر پہنچے جس کو ہم خود چاہیں کہ دشمن کو وہ اطلاع ہو اور اس غلط اطلاع کی روشنی میں وہ ہمارے مطابق فیصلے کرے جن سے اسے مستقبل میں نقصان پہنچے۔

اگر ہم عرب کے نقشہ پر نظر دوڑائیں تو ہم دیکھیں گے کہ نخلہ کا مقام مدینہ منورہ سے جنوب کی سمت میں واقع ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے سریہ کو نخلہ کے مقام کی مخالف سمت میں روانہ فرمایا۔ سریے کی براہ راست جنوب کی طرف نہ بڑھنے میں یہ مصلحت کارفرما تھی کہ مکہ کے گرد و نواح میں قریش کے کارندے جاسوسوں کی شکل میں فعال ہوتے تھے۔ اگر ان جاسوسوں کو مسلمانوں کی اس پیش رفت کا علم ہو جاتا تو اس سریہ کو بھیجنے کا مقصد فوت ہو جاتا۔

دورِ نبوت کا نظامِ سراغ رسانی

چنانچہ قرآن مجید فرقانِ حمید میں واضح طور پر مذکور ہے: "یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ (کی ذات) میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔ (اور یہ) ہر اس شخص کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔"(۷)

آپ ﷺ کی فوجی مہمات اور آپ ﷺ کی کمانداری کی حیثیت پر بہت کچھ لکھا جاتا رہا ہے اور لکھا جاتا رہے گا۔ لیکن آپ ﷺ کے بحیثیت سالارِ اعلیٰ ایک بہترین استخباراتی نظام کو متحرک رکھ کر اُس سے معجز نما کارنامے سرانجام دلوانے کے بارے میں بہت کم لکھا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی جاسوسی مشینری

پر تو کچھ نہ کچھ لکھا ہوا مل جاتا ہے لیکن ایک استخباراتی نظام جس میں جاسوسی، ردِ جاسوسی، تحفظ، تفتیش اور دیگر عنصر شامل ہوں پر بہت کم مواد میسر ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ایسی کسی مشینری کا وجود نہیں تھا۔ حدیث اور سیرت کی کتب میں یہ مواد بکھرا ہوا ہے۔

چونکہ آپ ﷺ کا اس دنیا میں تشریف لانے کا مقصد وحید پیغام خداوندی کا ابلاغ تھا۔ لہٰذا اس مقصد کے خلاف سر گرم قوتوں کی مسلح کوششوں کا توڑ بھی آپ ﷺ کے فرائض منصبی میں شامل تھا۔ یعنی آپ ﷺ کی مسلح کدو کاوش دفاعی نوعیت کی تھی۔ اس کا مقصد اقدامی ہر گز نہ تھا۔ اگر آپ ﷺ کی ان عسکری سر گرمیوں میں کہیں اقدامی کارروائیوں کا وجود نظر آتا ہے تو وہ بھی صریحاً اقدامی نہیں بلکہ دفاعی اقدامی کی کارروائیاں ہیں۔ آپ ﷺ کو اپنے مشن کے خلاف سر گرم قوتوں کے بارے میں باخبر رہنا پڑتا تھا کہ کہیں مسلمانوں کی مختصر سی جماعت بے خبری میں نہ ماری جائے۔ ریاست مدینہ کو اندرونی اور بیرونی ہر قسم کے دشمنوں سے واسطہ پڑا۔ مدینہ میں ورودِ باسعود سے قبل آپ ﷺ کو اپنے مشن اور اپنی اس کمزور اور بے بس مسلمانوں کی جماعت کے تحفظ کی فکر تھی جو ضدی اور ہٹ دھرم قریش کے سرمایہ دارانہ نظام میں پھنسی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنی استخباراتی صلاحیتوں کا لوہا مکہ میں اس طرح سے منوایا کہ کفارِ مکہ اپنی تمام منصوبہ بندیوں کے باوجود نہ تو مسلمانوں کو ہجرتِ مدینہ سے روک سکے اور نہ ہی حضور ﷺ کو۔ آپ ﷺ تو اُن کے درمیان سے اس طرح نکل آئے کہ وہ ننگی تلواریں سونتے آپ ﷺ کے در دولت پر آپ ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کرنے کے درپے تھے۔ آپ ﷺ کا نظامِ تحفظ اس قدر عمدہ اور اس قدر مکمل تھا کہ اہل مکہ آپ ﷺ کے کسی بھی منصوبے اور کسی بھی حرکت کے بارے میں نہ جان سکے۔ حالانکہ انہوں نے باقاعدہ طور پر آپ ﷺ پر ایسے افراد تعینات کر رکھے تھے جو آپ ﷺ کا مسلسل پیچھا کرتے رہے اور آپ کی تمام حرکات و سکنات پر نظر رکھتے تھے۔

مدینہ میں آجانے کے بعد آپ ﷺ کو وقتاً فوقتاً مختلف قسم کے دشمنوں سے پالا پڑا۔ ابتداً دشمنوں کی تعداد کم اور وہ کمزور حیثیت کے مالک تھے۔ جوں جوں تحریک اسلامی قوت پکڑتی گئی دشمنوں کی طاقت اور تعداد بڑھتی گئی۔ آپ ﷺ کے مدینہ آجانے کے بعد جن دشمنوں سے سابقہ پڑا اُن میں قریش مکہ، یہود مدینہ، منافقین مدینہ، مدینہ کے ارد گرد آباد اعراب، دیگر عرب قبائل، سلطنت روم اور سلطنت فارس انتہائی اہم تھے۔ مدینہ کی ایک چھوٹی ریاست تھی اور پوری دنیا اس کے خلاف تھی۔ مدینہ کی بیدار مغز قیادت نے اِن تمام دشمنوں سے اتنی خوبصورتی کے ساتھ مقابلہ کیا کہ جب آپ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو پورے کرہ عرب پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا۔ بازنطینی سلطنت لرزہ براندام تھی۔ ایرانی بادشاہ اپنے تاج و تخت کو لرزتا ہوا محسوس کر رہے تھے۔ جہاں آپ ﷺ کی تمام عسکری کامیابیوں میں اعانت خداوندی شامل حال رہی، وہیں آپ ﷺ کی عسکری عبقریت اور آپ ﷺ کے کامیاب نظامِ استخبارات کا بھی کافی حصہ تھا۔ کسی بھی نظامِ استخبارات کا بنیادی اور اہم جزو اس سسٹم کا حفاظتی نظام ہوتا ہے۔

اپنی مثال آپ

بسا اوقات آپ ﷺ خود بھی اطلاعات اور معلومات حاصل کرنے کی غرض سے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ ایک شب مدینہ میں ایک شور ہوا۔ عامتہ الناس نے خیال کیا کہ دشمن مدینہ پر چڑھ دوڑا ہے۔ لوگ حقیقت حال جاننے کیلئے اس جانب دوڑے۔ جدھر سے شور بلند ہوا تھا۔ لوگ تھوڑی ہی دور گئے تھے۔ کہ انہیں رسالت مآب ﷺ واپس آتے ہوئے ملے۔ حضور ﷺ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار اور تلوار حمائل کئے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ شور سن کر سب سے پہلے تن تنہا تفتیش کو تشریف لے گئے تھے۔ لوگوں کو خوفزدہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''ڈرو نہیں، ڈرو نہیں۔''

حضور نبی اکرمؐ ایک نہایت جری، نڈر اور بہادر انسان تھے جو ہمیشہ مصیبت و ابتلاء کی گھڑیوں میں ایک بلند ہمتی کی مثال بن کر سامنے آئے۔ غزوہ احد اور غزوہ حنین اس کی بین مثالیں ہیں۔ حضرت علیؓ کی ایک روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر ہم مشرکوں سے حفاظت کیلئے آنحضرتؐ کو آگے کر لیا کرتے تھے کیونکہ آپؐ سب سے زیادہ بہادر اور دلیر انسان تھے۔ اُس موقع پر ہم میں دشمنوں سے سب سے زیادہ قریب آنحضرتؐ ہی ہوا کرتے تھے۔ ایک

روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جب جنگ پورے زوروں پر آجاتی اور لشکر ایک دوسرے سے ٹکراتے تھے تو ہم آنحضرتؐ کے ذریعے اپنا بچاؤ کرتے تھے۔ یعنی آپ ﷺ مجاہدوں کیلئے بہترین ڈھال بن جاتے تھے۔

اس بارے میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی کوئی روایت نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ کبھی کسی بھی جنگ میں اور کسی بھی موقعہ پر خود آنحضرت ﷺ اپنی جگہ سے پسپا ہو کر پیچھے ہٹ آئے ہوں، بلکہ صحیح حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر موقعہ پر آنحضرت ﷺ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے ہیں اور آگے بڑھے ہیں۔ (۸)

الحرب الخدع

آپ ﷺ جاسوسوں کو روانہ کرتے؛ وہ دشمن کی خبریں لاتے اور اس کے عسا کر کا پتہ چلاتے۔ جب آپ ﷺ دشمن کو دیکھ پاتے تو ٹھہر جاتے دُعا کرتے اور اللہ سے مدد چاہتے۔ آپ ﷺ کی حربی حکمت عملی اپنے وقت اور زمانے سے بہت آگے تھی۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے: "لڑائی ایک دھوکہ کا کھیل ھی تو ھے۔" (۹) جنگ کے متعلق اس قسم کے خیالات کا اظہار میکیا ولی نے آپ ﷺ کی وفات کے نو سو سال بعد، نپولین نے اس سے دو سو سال بعد اور جاپانیوں نے صرف چند سال قبل کیا ہے۔ اور وہ سب اپنی جگہ درست تھے۔ کیونکہ اگر جنگ کسی مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ تو پھر ذریعہ کے متعلق جھگڑا کیسا۔ (۱۰)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا توریہ کا استعمال

مکہ سے لیکر مدینہ کے سفر میں اس درجہ احتیاط اور منصوبہ بندی سے کام لیا گیا کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت سے تجارتی سفر کر چکے تھے۔ اس لئے تجارتی شاہراہوں کے اطراف کے بہت سے لوگ انہیں پہچانتے تھے۔ لہذا جب بھی کسی قوم پر ان کا گزر ہوتا، لوگ دریافت فرماتے۔ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! یہ تمہارے آگے کون ہے؟ تو وہ برجستہ جواب دیتے۔ "وہ ہستی ہے جو مجھے راہ دکھلاتی ہے"(۱۱)

اس طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے 'توریہ' سے کام لیا۔ توریہ کے معنی ہیں ایسے لفظ استعمال کرنا جس کے دو معنی ہوں بعید اور قریب۔ بولنے والا بعید مراد لیتا ہے اور سُننے والا قریب معنی سمجھتا ہے۔ کلام میں کذب بھی لازم نہیں آتا اور اظہارِ حقیقت جس سے مفاسد کا اندیشہ ہوتا ہے وہ بھی لازم نہیں آتا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذہن میں اس کا مفہوم یہ تھا کہ آپ ﷺ میرے مرشد طریق ہیں۔ آپ ﷺ نے ہی مجھے ہدایت کا راستہ دکھایا اور صراطِ مستقیم پر لگایا۔ جواب سننے والے یہ سمجھتے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سفر کیلئے کسی 'دلیل راہ (گائیڈ) کی خدمات مستعار لے رکھی ہیں۔

توریہ کی اباحیت: ایک تجزیہ

توریہ میں ایسے الفاظ کا استعمال ہوتا ہے جو ذو معنی ہوتے ہیں۔ یعنی ایسے لفظ استعمال کرنا جس کے دو معنی ہوں ایک بعید اور دوسرا قریب۔ بولنے والا بعید مراد لیتا ہے اور سُننے والا قریب معنی سمجھتا ہے۔ کلام میں کذب بھی لازم نہیں آتا اور اظہارِ حقیقت جس سے مفاسد کا اندیشہ ہوتا ہے وہ بھی لازم نہیں آتا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کمال احتیاط برت رہے تھے کہ کہیں ان کی کہی ہوئی کسی بات سے آپ ﷺ کے متعلق کوئی کلیو نہ پالے جو آپ ﷺ کیلئے تکلیف اور اذّیت کا باعث ہو۔ اس میں ہمارے انٹیلی جنس اداروں کیلئے ایک سبق اور رہنمائی ملتی ہے کہ اپنے قومی رازوں کے سلسلے میں جن کا تعلق قوم و ملت کے عظیم تر مفاد سے ہو اس کی حفاظت کے سلسلے میں توریہ کا استعمال جائز ہے۔ یاد رہے کہ توریہ صریحا جھوٹ کا نام نہیں بلکہ ایک چھپے ہوئے سچ کی ایک قسم ہے۔ جس کا استعمال ہر خفیہ ایجنٹ کیلئے بوقتِ ضرورت نا صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عام اور ایسی باتیں جن کا تعلق ایجنٹ کی ذاتی زندگی سے ہو نیز ایسے مواقع جہاں سچ بولنے سے ایجنٹ کو کوئی جانی و مالی خطرہ لاحق نہ ہو وہاں عادتاً جھوٹ بولنا نا صرف ناپسندیدہ بلکہ قابل مذّمت عمل ہے۔ کیونکہ قوم کیلئے

جاسوسی کرنا ایک عبادت ہے اور اس عبادت کو بلا ضرورت کذب اور گناہ کے کاموں سے ملوث کرنا کسی صورت لائق تحسین نہیں سمجھا جائے گا بلکہ یہ عمل قابل گرفت ہے۔

حفاظتی نظام

اہل عرب قبائلی نظام کے تحت زندگی گزار رہے تھے اور تقریباً یہ تمام قبائل باہم و دیگر دست بگریبان تھے۔ بقائِ ذات کے لیے ضروری تھا کہ دشمن کی استخباراتی کوششوں کے خلاف ایسا نظام وضع کیا جاتا جس سے دشمن ان قبائل کے بارے میں ضروری معلومات حاصل نہ کر سکتا۔ چنانچہ اہل عرب اپنی اپنی قبائلی حدود کے اندر پہرہ داری کرتے تھے۔ اپنی چراگاہوں کے گرد محافظ دستے تعینات کرتے تھے۔

اپنے مخیم کے ارد گرد ایسا غیر مرئی حصار قائم کرتے جس کی مدد سے وہ دشمن کے حملہ آور ہونے والے دستوں کے آنے سے قبل اپنے حفاظتی نظام کو متحرک کر لیتے تھے۔ یہ نظام چونکہ نسل در نسل چلتا ہوا آپ ﷺ کے دور تک پہنچا تھا، لہذا آپ ﷺ نہ صرف یہ کہ اس نظام سے مستفیض ہوئے بلکہ آپ ﷺ نے اس تحفیظی نظام میں بہت سی تبدیلیاں اور بہت سی نئی چیزیں بھی شامل کیں۔ آپ ﷺ کو قرآن مجید میں حکم ربانی ہوا: "اور اپنے بچاؤ کا سامان کیے رہو، یقیناً اللہ نے منکروں کے لیے ذلت کی مار تیار کر رکھی ہے۔"

کتمان راز کامیابی کی بنیاد ہے۔ جو راز کو راز رکھتا ہے وہ کامرانی حاصل کرتا ہے، جو رازوں کی حفاظت سے غافل رہتا ہے ناکامی اور نامرادی اُس کا مقدر بنتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اپنی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل رازداری سے کریں کیوں کہ ہر اس شخص سے جس کو اللہ تعالیٰ نعمتیں عطا کرتا ہے، لوگ حسد کرتے ہیں۔" حضرت علی کرم اللہ وجہ ' کا فرمان ہے: '' تمہارا راز تمہارا اسیر ہے۔ جب تو نے بات کر دی تو اسیر کھسک گیا۔'' استخبارات میں تحفظ سے مراد اپنے رازوں، منصوبوں، اطلاعات، افراد، ہتھیاروں اور سامانِ جنگ کو اس طرح محفوظ کرنا کہ دشمن نہ صرف یہ کہ ان کو نقصان نہ پہنچا سکے بلکہ اُن تک اُس کی رسائی بھی ناممکن بنا دی جائے۔ تحفظ کے اہداف میں درج ذیل تین امور شامل ہوتے ہیں: (۱۲)

تحفظ افراد　　　　تحفظ اموال　　　　تحفظ راز اطلاعات　　　　ج۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے نظام تحفظ کے کیا خدو خال تھے

حفاظتِ افراد

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ایک آدمی کچھ تیر لے کر مسجد کے اندر سے گذرا تو رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی سے فرمایا'' اپنے تیروں کے پیکان پکڑ لو" 　　حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "حضور اکرم ﷺ نے ننگی تلوار دینے کی ممانعت فرمائی (ایسا نہ ہو کہ تلوار کسی کے لگ جائے) اگر کسی شخص کو تلوار دے تو غلاف یا کپڑے میں لپیٹ کر دے۔" اسی مفہوم سے ملتی دو احادیث بخاری کتاب احکام الصلوۃ میں بھی وارد ہوئی ہیں۔ جن کی رو سے آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔ "اگر کوئی شخص ہماری مساجد اور ہمارے بازاروں میں سے تیر لیے ہوئے چلے تو اُن کے پھل تھامے رہے، ایسا نہ ہو کہ اپنے ہاتھوں سے کسی مسلمان کو زخمی کر دے"

وہ پیغمبر رحمت جو افراد کی جسمانی، روحانی اور اخلاقی حفاظت کے بارے میں اس قدر محتاط ہوں اور جن کے بارے میں خود قرآن مجید یوں گواہی دے رہا ہو کہ: "دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے۔ تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے۔ تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے۔ ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے" ایسے نبی رحمت سے کیسے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ دشمن اسلام قوتوں کے علی الرغم اپنے ساتھیوں کے تحفظ کے بارے میں غیر فعال ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے شخصی تحفظ اور سیکورٹی کے لیے نہ صرف ہر وقت فکر مند رہتے تھے بلکہ آپ ﷺ نے اس بارے میں بڑے موثر عملی اقدامات بھی کیے۔ جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔ مکی زندگی میں مسلمان تعداد میں کم اور طاقت کے لحاظ سے کمزور تھے۔ اُن کے دشمن کثیر اور طاقتور تھے۔ اس دورِ پُر آشوب میں ضروری تھا کہ مسلمان بالادستوں کی اُن تمام کاوشوں اور منصوبوں پر نظر رکھتے جو مسلمانوں کے وجود کو مٹانے کے لیے تیار کیے جاتے تھے۔ ساتھ ہی ضروری تھا کہ مسلمانوں کی یہ جماعت دشمنوں کی نظروں میں آئے بغیر اپنی عبادات اور تبلیغی کارروائیاں جاری رکھتی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی تبلیغ رسالت کے پہلے تین سال انتہائی خفیہ گذارے۔ آپ ﷺ مسلمانوں کی جماعت کو مکہ سے باہر کسی درے یا گھاٹی میں لے جاتے اور پھر وہاں تبلیغ و تلقین کی جاتی۔(۱۳) کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ نے دار ارقم کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور یہاں خفیہ طور پر مسلمان اکٹھے ہوتے، عبادت کرتے اور وعظ و تلقین سے بہرہ مند ہوتے۔(۱۴)

۲۔ جب مکہ معظمہ میں مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا گیا۔ زندگی اجیرن ہو گئی۔ مسلمانوں کے وجود کو خطرات لاحق ہو گئے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی

طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔(۱۵)

۳۔ جب تک آپ ﷺ مکہ معظمہ میں رہے۔ ہر سال حج کے موقع پر تبلیغ کے لیے حجاج کے مخیم میں جایا کرتے۔

چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کا گذر مدنی حجاج کے خیموں کے پاس سے ہوا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی پکار کا مثبت جواب دیا اور پھر یہ چھ افراد دعوتِ حق کے داعی بن کر مدینہ چلے گئے۔ اگلے سال کل بارہ افراد داعی اسلام سے ملاقات کے متمنی ہوئے۔ چونکہ کفار مکہ ان دنوں آپ ﷺ کا مسلسل تعاقب کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سعید روحوں کو رات کی تاریکی میں عقبہ کی گھاٹی میں بلایا، جہاں انہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، یہ بیعت عقبہ اولیٰ کہلاتی ہے۔(۱۶) اگلے سال دوبارہ اسی گھاٹی میں رات کی تاریکی میں تحفظ کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے بہتر مدنی مسلمانوں کے ساتھ تبلیغ و تلقین، وعدے وعید اور مستقبل کا لائحہ عمل تیار کیا گیا۔(۱۷)

۴۔ ہجرت مدینہ ایک مکمل تحفظاتی منصوبہ اور عمل تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں اور اپنی ذات کے تحفظ کا اتنا عمدہ منصوبہ بنایا کہ کفارِ مکہ منہ دیکھتے رہ گئے اور آپ ﷺ اُن کے درمیان سے نکل گئے۔ کفار مکہ نے آپ ﷺ کی زندہ یا مردہ گرفتاری پر سو سرخ اُونٹوں کا انعام مقرر کیا۔ لیکن پھر بھی ناکام ہو گئے۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے تمام ساتھی رضی اللہ عنہم بخیر و عافیت مدینہ پہنچ گئے۔(۱۸) مدینہ میں جا کر آپ ﷺ نے وہاں کے حالات اور خطرات کے پیش نظر نیا حفاظتی منصوبہ ترتیب دیا۔

۵۔ مسلمانوں اور مسلمانوں کے اموال کو دشمن کے اچانک حملہ سے محفوظ رکھنے کے لیے آپ ﷺ نے مدینہ شہر کے اندر رات کے وقت پہرہ داری کا نظام رائج کیا۔ اس میں کسی چھوٹے بڑے یا مرتبے کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا تھا۔ ہر شخص اپنی باری پر پہرہ دیتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ جب رات کی پہرہ داری پر آپ ﷺ کی اپنی باری تھی تو آپ ﷺ کی جگہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ابن معاذ نے پہرہ دیا تاکہ آپ ﷺ آرام کر سکیں۔(۱۹)

۶۔ آپ ﷺ میدانِ جہاد میں فوج کے کیمپ کی حفاظت کے لیے مسلح دستوں کے ساتھ پہرہ داری کا انتظام کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس قسم کے پہرہ داری میں مسلمانوں کی رغبت کو زیادہ کرنے کی غرض سے پہرہ دینے والوں کے لیے خصوصی طور پر دعا فرمائی۔(۲۰)

۷۔ میدان جنگ میں یا ہنگامی حالات کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ذات کے تحفظ کے لیے بھی پہرہ دیا کرتے تھے۔ یہ پہرہ داری دوسری تمام پہرہ داریوں سے بالکل ہی مختلف ہوتی تھی۔ چونکہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی تحریک اسلامی کی روح رواں تھی۔ لہذا آپ ﷺ کا تحفظ بھی اتنا ہی اہم تھا۔ عرب اصول جنگ کے مطابق دشمن کے اہم افراد کو چوری چھپے جا کر قتل کر دینا تاکہ دشمن کی جنگی کارروائیوں کو شدید دھچکا پہنچے اور اُن کی استعداد جنگ متاثر ہو، جائز تصور کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر متعدد بار قاتلانہ حملے ہو چکے تھے۔ لہذا انصار کے وہ دو قبائل جنہوں نے بیعت عقبہ کے

موقع پر آپ ﷺ کے تحفظ کا عہد کیا تھا۔ آپ ﷺ پر پہرہ دیا کرتے تھے۔ جنگ بدر کے دوران حضور ﷺ کی عریش پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ ابن معاذ نے پہرہ دیا۔ جنگ احد کے فوراً بعد جب آپ ﷺ حمراء الاسد تک کفار کا پیچھا کرتے ہوئے پہنچے تو آپ ﷺ نے وہاں مخیم ایستادہ کرنے کا حکم دیا۔ رات کے وقت آپ ﷺ کے خیمہ کے ارد گرد اوس اور خزرج کے چُنیدہ رضاکاروں جن میں سے چار اوس سے تین خزرج سے تعلق رکھتے تھے نے پہرہ دیا۔ اوس سے تعلق رکھنے والے حضرات سعد بن معاذ، عباد بن بشر، عبید بن اوس اور قتادہ بن النعمان تھے جبکہ سعد بن عبادہ، حباب بن المنذر اور اوس بن خولی (رضی اللہ عنہم) کا تعلق خزرج سے تھا۔ (۲۱)

حضرت عباد رضی اللہ عنہ ابن بشر اس فرض منصبی پر کئی بار فائز کیے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ جس ایثار، فرض شناسی اور محبت سے یہ فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ اس کے مد نظر آپ رضی اللہ عنہ حمراء الاسد، ذات الرقائ، حدیبیہ اور کئی دوسرے موقعوں پر اس فریضہ پر فائز کیے گئے۔ (۲۲)

ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے جن کے بارے میں اس فریضہ کی ادائیگی کا تذکرہ سیرت کی مختلف کتابوں میں ملتا ہے۔

۸۔ آپ ﷺ کا نظام استخبارات انتہائی فعال اور انتہائی سریع تھا۔ جب کبھی آپ ﷺ کو دشمن کی طرف سے حرکت کی اطلاع موصول ہوتی۔ آپ ﷺ فوراً ہی ایک فوجی دستہ اس کی راہ روکنے کے لیے روانہ فرمادیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے جنگ بدر سے قبل اس قسم کے نو دستے روانہ کیے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کفار مکہ کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ جنگ بدر کے بعد اسی قسم کے سات جنگی دستے روانہ کیے گئے جن میں دو دستے تو قریش مکہ کی متوقع جنگی کارروائیوں یا تجارتی کارروائیوں کی اطلاع ملنے پر روانہ کیے گئے اور چار مہمیں آمادہ فساد صحرائی قبائل کے خلاف بطور تادیبی کارروائی روانہ کی گئیں اور ایک مہم مدینہ کے یہودی قبیلہ بنو قینقاع کے خلاف روانہ کی گئی تھی۔ غزوہ احد کے بعد اس قسم کی نو مہمیں روانہ کی گئیں۔ جنگ احزاب کے بعد اٹھارہ مہمیں روانہ کی گئیں، صلح حدیبیہ کے بعد کسی بھی مدینہ مخالف طاقت کو نہ صرف یہ کہ مدینہ کی طرف میلی آنکھ اٹھانے کی ہمت نہ ہو سکی بلکہ یہ لوگ گروہ در گروہ آکر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

۹۔ حضور ﷺ جب کسی عسکری مہم پر روانہ ہوتے تو آپ ﷺ اس علاقے کے بارے میں اور متوقع دشمن کی نقل و حرکت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے طلیعہ گرد دستے بھیجا کرتے یا پھر آپ ﷺ کے جواسیس یہ کام سرانجام دیتے تھے۔ متعلقہ معلومات حاصل ہو جانے کے بعد آپ ﷺ اپنے لشکر کو حرکت میں لاتے تھے۔

۱۰۔ آپ ﷺ دورانِ جنگ یا مہمات کے دوران دوست اور دشمن کی پہچان کے لیے شعار مقرر کر دیتے تھے۔ یہ شعار کتب سیرت میں بڑی تفصیل سے دیئے گئے ہیں۔ معرکہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا جنگی شعار "اَحد اَحد" تھا۔ (۲۳) جنگ اُحد میں مسلمانوں کا شعار "اَمِت اَمِت" تھا۔ (۲۴) غزوہ خندق میں مسلمانوں کا شِعار "حٰم لا یُنصرون" تھا۔ اسی شِعار کی وجہ سے مسلمانوں کے دو پہرہ دار دستے رات کے وقت مکمل تباہی سے بچ گئے۔ ہوا یوں کہ اندھیری رات میں مسلمانوں کے دو پہرہ دار دستوں میں آپس کی مڈ بھیڑ ہو گئی۔ ایک دوسرے کو نہ پہچان سکنے کی وجہ سے لڑ پڑے۔ چند ایک صحابہ کی جان گئی اور کچھ زخمی بھی ہو گئے۔ پھر اپنے مقرر شعار کو دوہرانے سے متنبہ ہو گئے۔ لڑائی روک دی گئی اور مکمل تباہی سے بچ گئے۔ (۲۵)

بقول حلبی: "غزوہ احزاب میں مسلمانوں کا شِعار "حٰم لا یُنصَرون" تھا۔ یہاں شاید مسلمانوں سے مراد انصاری مسلمان ہے۔ کیوں کہ کتاب امتاع الاسماع میں مہاجرین کا جنگی شِعار "یا خیل اللہ" تھا۔ اس طرح "حٰم لا یُنصَرون" انصار کا شعار تھا"۔ (۲۶)

سریہ طُرق یا طَرف کے دوران مسلمانوں کا شِعار "اَمت اَمت" تھا۔ (۲۷)

خیبر میں مسلمانوں کا شِعار "یا منصور امت امت" تھا۔ (۲۸)

سریہ ابو بکرؓ صدیق جو بنو کلاب کے خلاف نجد کے علاقے میں روانہ کیا گیا تھا کے دوران مسلمانوں کا شعار "امت امت" تھا۔ (۲۹)

سریہ اُسامہ بن زید جو جہنیہ قبیلے کی طرف ''حرقات'' کے علاقے میں بھیجا گیا تھا اُس کا شعار بھی "اَمت اِمت" تھا۔(۳۰)

غزوہ بنو ہوازن کے دوران حضور ﷺ کے اپنے مخصوص دستے کا شعار ''یا خَیل اللہ'' تھا۔ مہاجرین کا شعار ''یابنی عبدالرحمن'' اور اوس کا شعار ''یا بنی عبداللہ'' تھا۔(۳۱)

کچھ اور روایات کے مطابق غزوہ حنین کے دوران مسلمانوں کے شِعار ''یابنی عبدالرحمن''، ''یابنی عبداللہ'' اور ''یا بنی عبیداللہ'' تھے۔(۳۲)

مہاجرین کا شِعار ''یابنی عبدالرحمن'' تھا۔ بنو خزرج کا شِعار ''یابنی عبداللہ'' تھا۔ اور اوس کا شِعار ''یابنی عبیداللہ'' تھا۔ تمام مسلمانوں کا مشترکہ شِعار ''یا منصور اَمت'' تھا۔(۳۳)

سریہ کدید جو حضرت غالبؓ بن عبداللہ الکلبی کی سربراہی میں بنی ملوح کی طرف بھیجا گیا تھا کا شِعار بھی ''اَمت اَمت'' تھا۔(۳۴)

۱۱۔ فوجوں کو میدانِ جنگ میں تعینات کرنے سے پہلے آپ ﷺ متوقع میدانِ جنگ کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرتے تھے۔ اس مقصد کے لیے آپ ﷺ یا تو طلیعہ بھیجتے تھے یا پھر میدانِ جنگ کا خود جائزہ لے کر اپنی تدبیراتی منصوبہ بندی کرتے تھے۔

چنانچہ انہی معلومات کو بنیاد بنا کر آپ ﷺ اپنی افواج کے تحفظ کا منصوبہ بھی بناتے اور پھر اس منصوبے کو عملی طور پر میدانِ جنگ میں نافذ بھی فرماتے تھے۔

میدانِ احد میں اپنے لشکریوں کے تحفظ کے لیے آپ ﷺ نے جبل عینین پر پچاس تیر اندازوں کا فعال دستہ متعین کیا تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

غزوہ خندق میں خندق کا کھودنا ایک حفاظتی عمل تھا تاکہ دشمن کی عظیم الجثہ اور بڑھتی ہوئی فوج سے بالواسطہ ٹکراؤ سے بچا کر اپنی فوج کو محفوظ کر لیا جائے۔

۱۲۔ دورانِ جنگ جب کبھی نماز کا وقت ہو جاتا اور آپ ﷺ جنگ کی صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے درج ذیلے حکم ربانی کے مطابق حفاظتی انتظامات کی تکمیل کے بعد ادائیگی صلاۃ فرماتے تھے:

"اور اے نبی! جب تم مسلمانوں کے درمیان ہو اور (حالت جنگ میں) انہیں نماز پڑھانے کھڑے ہو تو چاہے کہ اُن میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو اور اپنا اسلحہ لیے رہے۔ پھر جب وہ سجدہ کرلے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے آکر تمہارے ساتھ پڑھے اور وہ بھی چوکنا رہے اور اپنا اسلحہ لیے رہے۔ کیوں کہ کفار اسی تاک میں ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان کی طرف سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔ البتہ اگر تم بارش کی وجہ سے تکلیف محسوس کرو یا بیمار ہو تو اسلحہ رکھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر پھر بھی چوکنے رہنا۔ یقین رکھو کہ اللہ نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔"(۳۵)

۱۳۔ اور تو اور آپ نے کسی مسلمان کی طرف اسلحے کے ساتھ اشارہ کرنے سے بھی منع فرمادیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کسی آدمی نے اپنی مسلمان بھائی کی طرف اسلحہ کے ساتھ اشارہ کیا تو فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے رہیں گے جب تک وہ اشارہ کرنا چھوڑ نہیں دیتا۔ اگرچہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں ہو۔"(۳۶)

یہ تھیں چند جھلکیاں اُن حفاظتی اقدامات کی جو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیائے انسانیت کی سب سے مقدس جماعت کے تحفظ کے لیے اٹھائے تھے۔

تحفظ اموال

حضور ﷺ نے تحفظ اموال کو عبادت کا درجہ عطا فرمایا اور اس فریضہ کی سبکدوشی کے دوران مارے جانے والے کو شہید قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا قتل کر دیا جائے یا اہل وعیال یا اپنی جان یا دین کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے"(۳۷)

ا۔میدانِ جنگ میں حاصل ہونے والی فتح کے بعد مالِ غنیمت اور جنگی قیدی حفاظت کے متقاضی ہوتے تھے۔جہاں تک قیدیوں کا تعلق ہے،آپ ﷺ اُن کو عموماً رہا کر دیا کرتے تھے۔یا پھر فدیہ لے کر چھوڑ دیتے تھے۔تاہم مالِ غنیمت کی حفاظت کے لیے آپ ﷺ کسی شخص کو متعین فرما دیا کرتے تھے۔

جنگ بدر کے مالِ غنیمت پر آپ ﷺ نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن کعب الخزرجی کو تعینات کیا۔(۳۸)

قیدیوں پر آپ ﷺ نے حضرت شقران (حضور ﷺ کے غلام) کو تعینات فرمایا۔(۳۹)

اسی طرح غزوہ بنی المصطلق کے بعد آپ ﷺ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بن حصیب اسلمی کو جنگی قیدیوں کا محافظ مقرر فرمایا۔(۴۰)

آپ ﷺ کے تعینات کردہ محافظین مالِ غنیمت، محافظین جنگی قیدی اور محافظین اموال خمس کی فہرست کافی طویل ہے۔تاہم یہ سب انتظامات اس بات کے غماز ہیں کہ حضور ﷺ کو مسلمانوں کے اموال کا تحفظ بہت عزیز تھا اور آپ ﷺ اس کا باقاعدہ انتظام فرماتے تھے۔

۲۔آپ نے مسلمانوں کے اسلحہ خانے اور گھوڑوں کے تحفظ کا نہ صرف یہ کہ مستقل انتظام فرمایا بلکہ اُن کے حساب کتاب اور حفاظت کے لیے مستقل طور پر صحابہ کا تعین فرمایا۔مثلاً غزوہ خیبر کے دوران ہر طرح کا مالِ غنیمت، گھوڑے اور ہتھیار وغیرہ کو ایک صاحب المغانم کے حوالے کر دیا گیا۔مسلمانوں میں سے جس کسی کو کوئی چیز ضرورت ہوتی ہے وہ اس سے آکر لے لیتا اور استعمال کے بعد واپس لا کر جمع کرا دیتا تھا۔(۴۱)

آپ ﷺ سرکاری مال میں خرد برد اور خیانت کرنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور اس بات پر آپ ﷺ نے مسلمانوں کو سخت تنبیہ فرمائی۔چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ خیبر میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ فلاں آدمی شہید ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر گز نہیں۔میں نے اسے چادر یا عباء کی چوری کی وجہ سے جہنم میں دیکھا ہے۔پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔اے ابن خطاب جاؤ اور لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نکل کر لوگوں میں یہ آواز لگائی کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔(۴۲)

اسی طرح کا واقعہ قبیلہ جذام کے غلام کے ساتھ پیش آیا جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ خیبر کے دن مالِ غنیمت سے چوری کی جانے والی چادر کی وجہ سے وہ جہنم کے شعلوں میں جل رہا ہے، یہ سن کر سب خوفزدہ ہو گئے۔ایک آدمی دو تسمے لے کر آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول یہ مجھے جنگ کے دوران خیبر میں ملے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تسمے بھی آگ کے ہیں۔(۴۳)

آپ نے حکم خداوندی کہ: "اور جو کوئی خیانت کرے تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا۔پھر ہر متنفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلا مل جائے گا اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہو گا۔"(۴۴)

کے مطابق اپنے اصحاب کے اندر ملی اموال کی حفاظت اور اُن میں خیانت سے نفرت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔آپ ﷺ کی تربیت کا ہی اثر تھا جب خلیفہ ثانی کے دور میں فتح ایران کے بعد مالِ غنیمت میں سے چھوٹی اور قیمتی سے قیمتی چیزوں کا ڈھیر مسجد نبوی میں لگا دیا گیا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور وہ مسلمانوں کی اس قدر کمال امانت داری پر اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ شکر بجا لائے۔

۳۔حضور ﷺ جب کبھی مدینہ سے باہر کسی عسکری یا تبلیغی مہم کے لیے نکلتے تھے، مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرما جاتے۔اس نیابت کا مقصد جہاں مدینہ کا نظم و نسق سنبھالنا ہوتا تھا وہاں پر مدینہ کے تحفظ اور وہاں رہنے والوں کی حفاظت کا انتظام اور ان امور سے متعلق مسائل بھی مد نظر رکھے جاتے۔چنانچہ آپ ﷺ نے پہلے دو غزوات یعنی غزوہ ودان اور غزوہ بواط کے دوران حضرت سعد بن عبادہ اور سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہما کو باری باری اپنا نائب مقرر فرمایا۔بعد ازاں مختلف اوقات میں حضرت زید بن حارثہ، ابو سلمہ بن عبد الاسد، عمر ابن ام مکتوم، ابولبابہ بشیر بن عبد المنذر، عاصم بن عدی عجلانی، حارث بن عمر رضی اللہ عنہم کو مقرر فرمایا گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن ام مکتوم کو اس ذمہ داری پر بارہ یا تیرہ مرتبہ فائز کیا گیا۔ان کے علاوہ حضرت سبا بن عرفتہ غفاری کو تین مرتبہ نیابت

رسول ﷺ کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت ابورُحم کلثوم بن الحسین الغفاری، حضرت عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم بھی اس ذمہ داری پر فائز کیے گئے۔ چنانچہ اس انتظام کے باعث عقب کے معسکر میں موجود افراد امن و سکون سے رہتے اور دشمنوں کو اس طرف پیش قدمی کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

تحفظ راز اطلاعات

ا۔ آپ ﷺ اپنے رازوں اور اپنے جنگی منصوبوں کو ہمیشہ خفیہ رکھتے تھے۔ سیرت کی کتابوں میں یہ امر تکرار کے ساتھ موجود ہے کہ آپ ﷺ جب کبھی جنگی مہم پر نکلتے تو ہمیشہ اپنے ہدف کی سمت کے علاوہ کسی اور سمت روانہ ہوتے تاکہ دشمن تک آپ ﷺ کی روانگی کی اطلاع نہ پہنچ پائے۔ آپ ﷺ اپنے تمام حربی تحرکات میں اسی طرح کی حکمت عملی سے کام لیتے تھے ماسوائے غزوہ تبوک کے جس کے بارے میں آپ ﷺ نے علی الاعلان منزل اور دشمن دونوں کے بارے میں قبل از وقت لوگوں کو مطلع کر دیا تاکہ فاصلہ، موسم اور دشمن کو مد نظر رکھتے ہوئے مسلمان اپنی جنگی تیار کر سکیں۔ (۴۵)

جنگ اُحد سے قبل آپ ﷺ کو مکہ میں موجود اپنے استخباراتی عملے کی طرف سے خط ملا۔ جس میں تحریر تھا کہ کفارِ مکہ کے تین ہزار مسلح فوجی مدینہ پر حملے کے لیے روانہ ہونے کو ہیں۔ آپ ﷺ نے اس اطلاع کو چند ایک افراد تک محدود کر دیا۔ اور انہیں راز کو راز رکھنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے مدینہ آکر اپنے چند ایک مخصوص اصحاب الرائے افراد کو بلا کر مشورہ کیا۔ حضور ﷺ نے سیکورٹی کے پیش نظر اپنا منصوبہ جنگ انہی چند ایک افراد تک ہی محدود رکھا۔ جب کہ قریش مکہ کا تمام منصوبہ حضور ﷺ کے سامنے موجود تھا اور آپ ﷺ کے جاسوسوں نے آپ ﷺ تک پہنچایا تھا۔

رازوں کی حفاظت کتنی ضروری ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ آسمانِ دنیا کے رازوں کے تحفظ کے لیے اسے تاروں سے مزین کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اس بات کا تذکرہ بار بار آتا ہے۔ کچھ آیاتِ قرآن یوں ہیں: "یہ ہماری کارفرمائی ہے کہ ہم نے آسمان میں بہت سے مضبوط قلعے بنائے۔ ان کو دیکھنے والوں کے لیے مزین کیا۔ اور ہر شیطان مردود سے ان کو محفوظ کیا ہے۔ کوئی شیطان ان میں راہ نہیں پاتا اور یہ کہ کچھ سن گن لے اور جب وہ سن گن لینے کی کوشش کرتا ہے تو ایک روشنی شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ہم نے تمہارے قریب کے آسمان کو عظیم الشان چراغوں سے روشن کیا ہے اور انہیں شیاطین کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ ان شیطانوں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ ہم نے مہیا کر رکھی ہے۔"

آسمانِ دنیا پر ستاروں کی موجودگی کی وجہ یوں بیان فرمائی: "اور یہ کہ "انسانوں نے بھی وہی گمان کیا جیسا تمہارا (جنوں کا) گمان تھا کہ اللہ کسی کو رسول بنا کر نہ بھیجے گا۔ اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو دیکھا کہ وہ پہرے والوں سے اٹا پڑا ہے اور شہابوں کی بارش ہو رہی ہے۔ اور یہ کہ پہلے ہم سُن گُن کے لیے آسمان میں بیٹھنے کی جگہ پا لیتے تھے مگر اب جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے لیے گھات میں ایک شہابِ ثاقب لگا پاتا ہے۔"

۲۔ آپ ﷺ رازوں کی حفاظت پر بہت زور دیتے تھے۔ کیوں کہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ مسلمانوں کے بھیس میں دشمن کے بہت سارے لوگ مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ آپ ﷺ کو خداوند تعالیٰ نے خود مطلع فرما دیا تھا: "ان کے سننے والے خود تم میں موجود ہیں اور اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ یہود خیبر اپنی تمام تر خفیہ گری اور یہود مدینہ میں اپنے بہی خواہوں کی موجودگی کے باوجود یہ معلوم نہ کر سکے کہ حضور ﷺ کس طرف سے اُن پر حملہ آور ہونے کے لیے آ رہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ خیبر کے دروازے پر جا وارد ہوئے۔ صبح سویرے جب یہود مدینہ کام کاج کے لیے باہر نکلے تو انہیں مسلمان لشکر نظر آیا۔ یہ لوگ اُلٹے پاؤں بھاگتے اور شور مچاتے اپنے قلعے کے اندر جا داخل ہوئے۔ (۴۶)

۳۔ فتح مکہ کے لیے روانگی کے وقت آپ ﷺ نے جو حفاظتی اقدامات کیے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو جنگی تیاری کا حکم دیا لیکن سمت اور منزل نہیں بتائی۔ آپ ﷺ نے دس سواروں کا ایک دستہ شمال کو اِضم کی طرف روانہ کیا تاکہ مدینہ میں موجود کفار کے جاسوس کفارِ مکہ کو حضور ﷺ کے نئے متوقع سریہ کی غلط سمت بتائیں یا یہ مخمصے میں پڑے رہیں کہ آپ ﷺ نے کدھر جانا ہے۔(۴۷)

آپ ﷺ نے اپنے آگے آگے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن العوام کو دو سو سواروں کا دستہ دے کر روانہ فرمایا تاکہ وہ راستے کی دیکھ بھال کرتے جائیں۔(۴۸) آپ ﷺ نے تمام اتحادیوں کو اپنی اپنی جگہ پر تیار رہنے کا پیغام ارسال کیا اور پھر مکہ جاتے ہوئے اُن کو راستے میں سے لیتے گئے۔ آپ ﷺ کا جنگی منصوبہ اتنا جامع اور اتنا خفیہ تھا کہ جب آپ ﷺ مکہ کے نواح میں جا اُترے تو اہل مکہ کو خبر تک نہ ہوئی۔ مدینہ منورہ سے کوچ کرنے سے قبل اس دوران آپ ﷺ کے علم میں یہ بات آئی کہ ایک عورت کے ذریعے اہل مکہ کو مطلع کرنے کے لیے خط روانہ کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فوراً ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن العوام کو موصوفہ کے پیچھے روانہ فرمایا۔ روضہ خاخ کے پاس اس خاتون سے وہ خط برآمد کیا گیا۔ اس طرح حضور ﷺ کا مکہ کی طرف روانہ ہونا راز ہی رہا۔(۴۹)

آپ ﷺ نے مدینہ کے باہر سے آنے والے تاجروں کا مدینہ میں داخلہ بند کر دیا۔ اسی طرح مکہ کی طرف جانے والے راستوں کو بھی بند کر دیا گیا۔ مدینہ شہر میں آنے جانے والوں پر کڑی نظر رکھی جانے لگی۔ یہ سب کچھ آپ ﷺ نے اس لیے کیا تھا کہ اوّلاً مکہ پر حملہ کرتے وقت دشمن پر اچانک پن سے غلبہ حاصل کیا جائے تاکہ وہ جنگی تیاری کر کے مقاومت نہ کر سکیں۔ ثانیاً آپ ﷺ کم سے کم انسانی جانوں کا ضیاع چاہتے تھے اور آپ ﷺ کے حفاظتی منصوبے نے یہ دونوں مقاصد حاصل کر لیے۔ آپ ﷺ کا غزوہ تبوک کے لیے حدود عرب سے نکل کر شامی سرحدوں میں جا کر لڑنا بھی حفاظتی وجوہات کی بناء پر تھا۔ باز نطینی افواج حضور ﷺ کے افواج قاہرہ کا سن کر مقابلے کی ہمت نہ کر سکے ں اور پلٹ کر اپنے علاقے کے اندر چلی گئیں۔

۴۔ آپ ﷺ تحفظ راز کا اس قدر خیال کرتے تھے کہ ایک ہی دشمن کے خلاف کوئی بھی جنگی منصوبہ دوبارہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ اچانک حملے اور دشمن کی طرف سے گھات کے بارے میں بڑے محتاط رہتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے لشکر کے آگے قراولی دستہ روانہ فرماتے تھے تاکہ اچانک دشمن کی گھات میں نہ جا پڑیں۔(۵۰)

۵۔ جب کبھی آپ ﷺ کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو جنگی چال سے کام لیتے تھے۔ مثلاً جب آپ ﷺ نے غزوہ حنین کا ارادہ فرمایا تو اپنی مجلس میں موجود اصحاب سے علی الاعلان دریافت فرمایا کہ نجد کا راستہ کون سا ہے۔ وہاں راستے میں پانی کا کیا انتظام ہے۔ نجد تک راستے میں کون کون سے اسلام دشمن قبائل ہیں (یعنی حنین کی بجائے نجد کے بارے میں معلومات حاصل فرماتے رہے) لیکن یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے نجد جانا ہے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ لڑائی فراست کا نام ہے۔(۵۱)

۶۔ مدینہ سے بدر کی طرف روانگی کے دوران آپ ﷺ نے اُونٹوں کی گردنوں میں بندھی ہوئی گھنٹیاں اتروادیں تاکہ دشمن کو آپ ﷺ کی فوجی نقل و حرکت، سفر کی سمت وغیرہ کا پتہ نہ چل سکے۔ آپ ﷺ اپنے فوجیوں کو کسی مہم پر روانہ کرتے وقت کامل رازداری کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ ان کو رات کے وقت سفر کرنے اور دن کو چھپ جانے کی ہدایت فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ ﷺ کے روانہ کیے دستے اپنے ہدف پر جھپٹتے انہیں اچانک ہی جا لیتے۔ وہ بغیر کسی مزاحمت کے یا تو ہتھیار پھینک دیتے تھے۔ یا پھر مال و متاع چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے۔(۵۲)

۷۔ آپ ﷺ نے رازوں کی رازداری کے لیے ایک نیا طریقہ "رسالہ مکتوم" کو رواج دیا۔ آپ ﷺ کسی مہم کو روانہ کرنے سے قبل کچھ خفیہ ہدایات ایک خط میں تحریر کر کے اس کو مہر بند کر دیتے اور کسی منزل مقصود اور وقت موعود پر اس کو کھول کر دیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیتے۔ جیسا کہ سریہ نخلہ کے موقع پر آپ ﷺ نے کیا تھا۔(۵۳)

۸۔ تحفیظ راز یا کتمان سر فنون حرب کے اصول وضوابط میں ایک اہم اصول ہے۔ عربی زبان وادب میں اس کے بارے میں بہت سی ضرب الامثال موجود ہیں جو اس بات کی شاہد ہیں کہ قرونِ وسطیٰ کے مسلمان کتمان راز کو کس قدر اہمیت دیتے تھے، مثلاً:

1۔ "خبردار تیری زبان تمہیں گردن زدنی قرار دیتی ہے۔"

2۔ "اور مچھلیوں کے بھی دو دو کان ہوتے ہیں۔"

3۔ "تمہارا سینہ تمہارے راز جتنا وسیع ہونا چاہیے۔"

4۔ "احتیاط اس امر کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کسی مصیبت میں پڑ جائے۔"

5۔ "تمہارا راز تمہارا قیدی ہے جب تم نے اس کا تذکرہ کر دیا تو اسے رہا کر دیا۔"

6۔ "دل رازوں کے دفینے ہیں۔ اور ہونٹ ان پر لگے تالے ہیں اور ان تالوں کی چابی زبان ہوتی ہے۔ لہذا زبان کی ہر حرکت سے رازوں کا تالا کھلتا ہے لہذا اس کی سخت حفاظت کی جائے۔" (۵۴)

فریب ایک مفید ہتھیار

اسی طرح فریب بھی بہت مفید ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے انسان صراط مستقیم کی بجائے چھوٹے راستوں سے ہوتا ہوا بھی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ اس کا مقصد اپنے منصوبوں پر پردہ ڈالنا ہوتا ہے۔ اپنی فوج کو مختلف راستوں سے لیکر جانا ہی کمال ہوتا ہے تاکہ دشمن کو پتہ نہ چل سکے۔ آپ ﷺ نے رازداری سے خفیہ خبریں پہنچانے کا باقاعدہ بندوبست کیا۔ عبّاس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب مکہ میں آپ ﷺ کے جاسوس تھے۔ اسی طرح انس رضی اللہ عنہ ابن ابی مرثد الغنوی آپ ﷺ کے اواس (طائف کے نزدیک) میں خفیہ ایجنٹ تھے۔ ان کے علاوہ نجد میں المنذر رضی اللہ عنہ ابن عمرو السعیدی عرف عنق لیموت بطور ایجنٹ کام کر رہے تھے۔

آپ ﷺ اپنے کُوچ کو خفیہ رکھتے اور عام طور پر توریہ فرمایا کرتے تھے۔ توریہ کے معنی شارحین بخاری نے یہ لکھے ہیں کہ آپ ﷺ ایسے مواقع پر مُبہم الفاظ استعمال فرماتے تھے جن کے کئی معنی ہو سکتے تھے۔ آپ ﷺ ایسا اس مصلحت کے تحت کرتے کہ خُون ریزی نہ ہونے پائے اور محض لشکر کی نمائش ہی دُشمن کے دلوں میں مسلمانوں کا دبدبہ اور ہیبت پیدا کر دے۔ ایسا ہی فتح مکہ کے موقع پر ہوا۔ بیت اللہ کا تقدّس بھی برقرار رہا اور اہل مکہ سرنگوں بھی ہو گئے۔ آپ ﷺ غیر معروف راستوں پر چل کر اچانک ہی دشمن کے سر پر جا پہنچتے۔ اسی طرح اُونٹوں کے گلے سے گھنٹیاں علیحدہ کر دی جاتیں تاکہ دشمن کو فوج کی حرکت کا علم نہ ہو سکے۔ عام طور پر خود مسلمانوں کو یہ بھی علم نہ ہوتا کہ ان کی منزل کون سی ہے؟ یہ احتیاطی تدابیر اس بناء پر بھی تھی کہ مدینہ میں منافقین پانچویں کالم کا کام کرتے تھے۔ وہ قریش کو مدینہ میں ہونے والے لحہ بہ لحہ واقعات سے آگاہ کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔

جب آپ ﷺ نے طائف کے لئے کُوچ فرمایا تو آگے بڑھ کر اُسے ایک ایسے رُخ سے گھیر اجدھر وسیع میدان ہے اور پڑاؤ وغیرہ کی سہولت ہے۔ مگر جدھر سے آپ ﷺ کے آنے کا اہل طائف کے ذہن میں شائبہ تک نہ تھا۔ صرف غزوہ تبوک توریہ سے مستثنیٰ ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ غزوہ تبوک کے لئے کُوچ کے دنوں میں گرمی اپنے شباب پر تھی اور سفر بھی دُور دراز علاقے کا تھا۔ اس کے علاوہ دشمن عددی اعتبار سے کثرت میں تھا، اس لئے آپ ﷺ نے مسلمانوں سے صاف صاف بیان کر دیا کہ تبوک پر جانے کا قصد ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان اپنے حالات کے موافق تیار کر لیں۔ (۵۵)

مختلف وسائل کا استعمال

آپ ﷺ دشمن کے متعلق معلومات حاصل کرنے کیلئے بیک وقت مختلف وسائل اختیار فرماتے تھے۔ تاکہ دشمن کے متعلق اطلاعات بھی ملتی رہیں اور مسلمانوں کی کسی بھی قسم کی پیش رفت سے غافل رہے۔ جیسا کہ غزوہ بدر میں آپ ﷺ نے طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ اور سعید رضی اللہ عنہ بن زید کو

قریش کے تجارتی کاروان کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی خاطر بھیجا لیکن جب وہ لوٹے تو اُن کو پتہ چلا کہ آپ ﷺ کو کاروان کی آمد کی اطلاع اپنے دیگر وسائل سے ہو چکی ہے اور آپ ﷺ مدینے سے روانہ بھی ہو چکے ہیں۔

آپ ﷺ کے جنگی اسرار و رموز

حضور نبی کریم ﷺ نے تنبیہ فرمائی کہ جنگی اسرار و رموز کو افشاء نہ کیا جائے۔اس طرح کا افشاء مُنافقین کی علامت قرار دیا۔آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ایسی تمام باتیں صرف سپریم کمانڈر کو ہی بتائی جائیں۔جب آپ ﷺ نے غزوہ اُحد کے بعد علی رضی اللہ عنہ مرتضےٰ کو معلومات حاصل کرنے کیلئے بھیجا۔ تو اُن سے فرمایا:'' اگر وہ گھوڑوں کو کوتل چھوڑ کر اُونٹوں پر سوار ہو رہے ہیں تو سمجھو کہ مکہ کا قصد رکھتے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر اُونٹوں کو ہانک رہے ہیں تو وہ مدینہ کا قصد کر رہے ہیں۔'' آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ مرتضےٰ کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ اپنے مشاہدہ کا بِرملا اظہار نہایت ہی مضر ہوتا ہے۔

منصوبہ بندی: آپ ﷺ کی سنّت حسنہ

"منصوبہ بندی آپ ﷺ کی سنّت حسنہ تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ہجرت کے منصوبہ بڑے غور و فکر اور تدّبر سے بنایا تھا۔آپ ﷺ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ جب آپ ﷺ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پُہنچے تو وہاں پہلے یہ پُوچھا کہ گھر میں کون کون ہے اور اس کے بعد اپنی ہجرت کے متعلق ارشاد ربّانی سے آگاہ فرمایا۔"(۵۶)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ وسیع تر صورت حال کو مدّ نظر رکھتے۔کمال یہ ہے کہ آپ ﷺ چھوٹی چھوٹی جزئیات پر بھی نظر رکھتے اور احکام ربّانی سے بھی انحراف نہ ہوتا۔

نظام سراغ رسانی: ایک مرکزیت

آپ ﷺ کے جاسوسی نظام کا یہ دستور تھا کہ آپ ﷺ کو براہ راست اطلاعات خبریں فراہم کی جاتیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جاسوسی کا شعبے کو مکمل طور پر اپنے پاس ہی رکھا۔اس سے ہمیں یہ نکتہ ملتا ہے کہ ہیڈ کوارٹرز کے ساتھ ہی ان اطلاعات کا رابطہ ہونا چاہیئے تاکہ درمیان میں کسی بھی جگہ کوئی کڑی ٹُوٹ نہ جائے۔اِن اطلاعات کو اپنے تک ہی محدود رکھنا(اور صیغہ راز میں رکھنا) آپ ﷺ کی عادت مُبارکہ تھی۔شعبہ جاسوسی کی کامیابی اور اعلیٰ صلاحیتوں کے پیش نظر ہی تھی۔غزوہ اُحد کے موقع پر شہر میں رہ کر لڑنے یا شہر سے باہر جا کر لڑنے کے متعلق آپ ﷺ کی خاموشی سے مُنافقین اور قریش کے جاسوس بڑے حیران تھے کہ آخر معاملہ کیا ہے؟آپ ﷺ کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ دشمن کے جاسوسوں کو صحیح اطلاع نہ مل سکے۔

غیر مسلم سراغ رساں کی خدمات

"آپ ﷺ غیر مسلم افراد کی خدمات بھی معاوضہ پر حاصل کرتے۔تاکہ دشمن کے متعلق معلومات مل سکیں۔ جیسے ہجرت کے موقع پر عبداللہ بن اریقط کو راہبر بنایا تھا۔جو ابھی مشرک تھا لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس پر کامل اعتماد تھا۔"(۵۷)"وہ مکہ سے عرج تک آپ ﷺ کے ساتھ گیا۔عرج سے مدینہ تک سعد العرجی کی خدمات مُستعار لی گئیں۔"(۵۸)"عرب کے جغرافیائی حالات کے پیش نظر راہبروں سے خدمات لی جاتی تھیں،جو پیشہ ور ہوتے تھے۔غزوہ دومۃ الجندل میں آپ ﷺ نے بنو عذرہ کا ایک شخص اپنے ساتھ لیا۔اس کا نام 'مذکور' تھا اور وہ ایک پیشہ ور راہبر تھا۔غزوہ خیبر کے دوران میں ایک قلعے کے زمین دوز راستے کا پتہ آنحضرت ﷺ کو ایک یہودی ہی نے دیا۔"(۵۹)"غزوہ خیبر میں آپ ﷺ نے کنانہ بن ربیع سے بنی نُضیر کے خزانے کا پُوچھا۔تو اُس نے کہا کہ لڑائیوں میں خرچ ہو گیا مگر بعد میں وہ خزانہ ایک کھنڈر سے مل گیا۔اس کی خبر بھی ایک یہودی سے ہی ملی۔"(۶۰)

غیر اعلانیہ مسلم سے سراغ رسانی

"مکہ میں قریش کے احوال سے باخبر رہنے کیلئے دو قسم کے جاسوس سرگرم عمل تھے۔ جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔اُن میں سے بیشتر چھوٹے چھوٹے گروہوں میں خفیہ طور پر مدینہ ہجرت کر گئے۔ لیکن کچھ لوگ قریش کی نظر میں آگئے تھے۔ جن کو وہاں زبردستی روک لیا گیا تھا۔ اِن لوگوں میں ایک ستّار بھی تھا۔ جس نے اپنے مشرّف بہ اسلام ہونے کا کسی سے اظہار نہ کیا تھا۔ وہ مکہ میں ہونے والی سرگرمیوں سے آپ ﷺ کو باخبر رکھتا اور مدینہ سے آپ ﷺ کے جو ایجنٹ آتے وہ اُن کو اپنے ہاں پناہ بھی دیتا۔ آپ ﷺ کے ایجنٹوں میں آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جن کو مکہ میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ وہ زم زم کے کنویں کے محافظ تھے اور مکہ کی شہری ریاست کی دس رکنی کونسل کے رکن بھی تھے۔ مسجد حرام کی تولیّت بھی اُن کے سُپرد تھی۔ وہ اسلام قبول کرنے سے قبل بھی آپ ﷺ کو قریش کی سرگرمیوں سے باخبر رکھتے تھے۔ غزوہ بدر میں ابو یسیر نے گرفتار کیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ درپردہ اسلام لے آئے تھے۔ لیکن اپنے اسلام کو اس لئے چھپاتے تھے کہ اُن کی بھاری رقُوم بطور قرض قریش میں پھیلی ہوئی تھیں اُن کو اندیشہ تھا کہ اگر اُنہوں نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا تو یہ رقمیں ڈوب جائیں گی۔"(۶۱)

علاوہ ازیں مکہ میں جو ضعفائے اسلام رہ گئے تھے وہ اُن کے تنہا ملجاء و ماوی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی اُنہوں نے ہجرت کی اجازت طلب کی۔ تو آپ ﷺ نے اُنہیں باز رکھا اور فرمایا: "آپ رضی اللہ عنہ کا مکہ میں مقیم رہنا بہتر ہے۔ خدا نے جس طرح مُجھ پر نبوّت ختم کی ہے اُسی طرح آپ رضی اللہ عنہ پر ہجرت کو ختم کرے گا۔"(۶۲)

مکہ میں غزوہ بدر کی تیاریاں جاری تھیں۔ عبّاس رضی اللہ عنہ نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے قریش کی جمعیّت اور اس کی روانگی کی کیفیّت و مقصد کی اطلاع ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعے آپ ﷺ کو بھیجی۔ یہ قاصد بنو غفّار کا تھا۔ جسے اُجرت پر مقرّر کیا گیا تھا، اُنہوں نے لکھا کہ " قریش جنگ کیلئے مدینہ جارہے ہیں اور وہ بہت بھاری لاؤ لشکر کے ساتھ ہیں۔ ہتھیار اور سامان بھی بے پناہ ہے ں۔" اُنہوں نے قاصد کو یہ بھی تاکید کی کہ تین دنوں کے اندر اندر وہ مدینہ پُہنچ جائے۔ آپ ﷺ کو یہ قاصد قُبا میں ملا۔ اسی طرح عبّاس رضی اللہ عنہ نے بدر الموعود اور خندق کے مواقع پر بھی آپ ﷺ کو قریش کے منصوبوں سے آگاہ کیا تھا۔ جب مدینہ پر احزاب نے یلغار کی۔ تو آپ ﷺ دومۃ الجندل گئے ہوئے تھے۔ جُونہی آپ ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ آدھے راستے سے واپس آگئے اور احزاب کے پُہنچنے سے پہلے دو ہفتے کی مہلت پا کر خندق کی کُھدائی مکمل کر لی۔

مابین کے سراغ رسانوں کا حال

جاسوس دونوں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ مسلمان ایک عظیم قائد کے ماتحت ایک اکائی کے طور پر کام کر رہے تھے۔ اس کے برعکس قُریش محض ضرورت کے لحاظ اور طاقت میں بدمست ہو کر کاروائی کرنے پر مجبور ہُوئے تھے۔ مکہ میں ہی بنو خزاعہ کے مسلمان و مشرک دونوں ہی آنحضرت ﷺ کے مخلص رازدار تھے۔ یہ بھی مکہ میں رونما ہونے والے واقعات سے آپ ﷺ کو آگاہ کرتے رہتے تھے۔ خزاعہ کے کم از کم دو افراد مکی عہد میں مسلمان ہو چکے تھے۔ ان میں ایک الیمہ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرے ذوالشمالین رضی اللہ عنہ۔(۶۳) آپ ﷺ غیر مسلموں سے بھی اطلاعات وُصول کیا کرتے تھے۔ جیسے غزوہ تبوک پر آپ ﷺ کی اطلاعات کا ذریعہ نبطی سوداگر تھے۔

آپ ﷺ کے جاسوسی نظام کی ایک اور خصوصیت یہ بھی تھی کہ بعض دفعہ آپ ﷺ کا کوئی جاسوس اکیلا ہی آپ ﷺ کو اطلاع دینے والا ہوتا جس کے متعلق کسی دوسرے کو خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ اس سلسلے میں حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ بن عبدِالمطلب کی مثال واضح ہے۔ بعض دفعہ آپ ﷺ راہگیروں سے بھی معلومات حاصل کرتے۔ جیسے غزوہ ذی امر میں ثعلبہ کا ایک فرد مل گیا۔ اس سے پُوچھ گُچھ کی گئی تو معلوم ہوا کہ بنو ثعلبہ اور محارب ابھی تک اپنے گھروں سے باہر نہیں نکلے اور یہ طے کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کی آمد کا حال معلوم ہوتے ہی پہاڑوں میں جا کر دبک جائیں گے۔(۶۴)

خبروں کی تصدیق

عرب کا جغرافیہ مکمل طور پر آپ ﷺ کے سامنے تھا اور مختلف قبائل کی خصوصیات سے بھی آپ ﷺ کو آگاہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کو جب بھی کوئی اطلاع ملتی تو آپ ﷺ تصدیق کرائے بغیر کوئی اقدام نہ کرتے۔ آپ ﷺ کے پیش نظر یہ ارشادِ ربّانی تھا۔ "اگر کوئی فاسق تمھارے پاس خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔"(۶۵)

ڈس انفارمیشن سے بچاؤ

اسی حکم کے پیش نظر آپ ﷺ خبر کی فوری طور پر تحقیق کر لیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کو حارث بن ضرار کی ریشہ دوانیں کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے بُریدہ رضی اللہ عنہ بن حُصیب اسلمی کو بھیجا کہ صورت حال کی خبر لائیں۔ اُنہوں نے اطلاعات کے برحق ہونے کی تصدیق کی۔ اس پر آپ ﷺ نے تادیبی اقدامات کئے۔ غزوہ ہوازن میں آپ ﷺ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی حدرد اسلمی کو دشمن کی صفوں کے اندر بھیجا اور ہر معاملے کے متعلق صحیح اور قطعی معلومات حاصل کیں۔ مقصد یہ تھا کہ اگر مفاہمت کی کوئی صورت نکل آئے تو بہتر ہے، بصورت دیگر موقع و محل کی نسبت خاطر خواہ انتظامات کئے جائیں۔ آپ ﷺ کے انہیں اوصاف کے پیش نظر دشمن کیلئے یہ ناممکن تھا کہ آپ ﷺ تک غلط اطلاعات پہُنچا کر آپ ﷺ کو پریشان کر سکتا۔ اطلاعات حاصل کرنے کے انہی مکمل انتظامات کی وجہ سے ہی آپ ﷺ کو اپنی سپاہ کی ہر بات کی اطلاع ملتی رہتی۔ جب بھی کوئی اہم بات ہوتی تو اس کا تدراک فوری طور پر کیا جاتا۔ فتح مکہ کے موقع پر سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ نے یہ کہہ دیا۔ ''آج کا دن لڑائی کا دن ہے اور آج مکہ کی حرمت حلال ہو جائے گی۔'' اس پر آپ ﷺ نے کمان ان کے بیٹے قیس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی جو ایک ٹھنڈے دل و دماغ کے مالک تھے۔

مُنافقین کی خبر کی چھان پھٹک

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو یہ بھی ہدایت فرمائی کہ جو خبریں اُن تک پُہنچیں اُن پر یقین یا عمل کرنے سے پیشتر اُن کی خُوب چھان بین کر لیا کریں۔ اطلاعات کی چھان پھٹک کرنے کے بعد آپ ﷺ ضروری اقدامات فرماتے۔ جب باز نطینوں کے حملے کی خبریں مدینے آ ئیں تو آپ ﷺ نے فوری طور پر اُن کے اِرادوں کو بھانپا اور اُن کی روانگی کی تاریخوں کا تعیّن کیا۔ اگر آپ ﷺ اس طرح کی معلومات حاصل نہ کر پاتے تو زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی فوج کبھی بھی باز نطینوں کے مرکز اجتماع پر نہ پُہنچ سکتی۔ آپ ﷺ خبروں کی چھان پھٹک کے بعد فوری طور پر ٹھیک ٹھیک وقت پر فیصلہ کرتے، جیسے غزوہ بنو مصطلق کے موقع عبداللہ بن اُبی نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک خوُن ریز فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی تو آپ ﷺ نے صحیح صورت حال دیکھنے کے بعد فوری طور پر لشکر کے کُوچ کا حکم دے دیا۔ اِس طرح آپ ﷺ کے بروقت اقدام کی بناءپر مسلمان مُنافقین کی چالوں سے محفوظ ہو گئے۔

مستشرقین کا باطل دعوی

منٹگمری جیسے مستشرقین کا یہ دعوی ہے کہ: مسلم جاسوس قریش کے تجارتی قافلوں کے گزرنے کا صحیح وقت معلوم کرنے سے قاصر رہتے تھے یہی وجہ کہ مسلم فوج یہ مہم کی زد سے بچ جاتے تھے۔''(۶۶)

دعوی کا جواب

یہ دعوی یکسر باطل ہے کیونکہ ایسے دور میں جب کسی قسم کا کوئی لاسلکی نظام موجود نہ تھا۔ آپ ﷺ کے مخبر آپ ﷺ کو صحیح معلومات فراہم کیا کرتے تھے۔ سریہ نخلہ کی مثال ہمارے سامنے ہے جسے مدینہ سے کوئی تین چار سو کلومیٹر دُور روانہ کیا گیا اور وہ مہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی۔ اس طرح بدر سے پہلے قریش کے تجارتی کارواں کے متعلق آپ ﷺ کی اطلاعات اتنی حتمی تھیں کہ آپ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم روانہ کئے، دو جاسوسوں کی واپسی کا بھی انتظار نہ کیا جن کو آپ ﷺ نے اس قافلے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ یہ آپ ﷺ کے فعّال جاسوسی نظام کی ہی وجہ سے تھا کہ قریش غزوہ بدر کے بعد اگلی بار آپ ﷺ کو للکارنے سے پہلے آپ ﷺ کی اتھارٹی کو کم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہ کا خیال ہے کہ:

"آپ ﷺ کے دور میں استخبارات کے محکمے کی خاص طور پر نشو و نما کی گئی اور اندرون ملک و بیرون ملک آپ ﷺ کو مکہ، نجد اور طائف اور کئی دیگر جگہوں (اُن کی فتح سے پہلے ہی) میں ہونے والے واقعات سے باخبر رکھنے کیلئے خبر بھیجنے والے مقرّر کئے گئے۔" (۶۷) "آپ ﷺ نے ابتداء ہی سے جاسوسی کے انتظام کے نظم پر بھرپُور توجہ دی۔ آپ ﷺ سرایا وغیرہ کے ساتھ جاسوسوں کو بھی بھیجا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ نے اُسامہ رضی اللہ عنہ بن زید کو صفر ۱۱ ہجری میں شام کی طرف ایک لشکر دے کر بھیجا۔ تو اُنہیں اپنے ساتھ طلائع اور جاسوس وغیرہ لیجانے کی ہدایت فرمائی۔" (۶۸)

آپ ﷺ اپنے منظّم نظام جاسوسی کے ذریعے یہ کوشش کی کہ رفتہ رفتہ قریش کے چاروں طرف مسلمان یا مسلمانوں کے حلیف جمع ہو جائیں۔ اس کی مثالیں قبائل اسلم و خزاعہ کی ہیں، جو مضافات مکہ میں آباد تھے۔ فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ کا جاسوسی نظام دُور دُور تک پھیل گیا۔ کیونکہ فتوحات کا سلسلہ پھیلتا جارہا تھا۔ جب خسرو پرویز کو اس کے بیٹے نے قتل کیا۔ تو آپ ﷺ نے کسریٰ کے بھیجے ہوئے دو ایرانی افسروں سے فرمایا: "آج رات میرے رب نے تمہارے رب کو قتل کر دیا۔" (۶۹)

کسریٰ کے قتل کی اطلاع حدیبیہ کے روز آئی۔ اس لئے قرین قیاس ہے کہ یہ واقعہ حدیبیہ سے مہینہ بھر پہلے کا ہو گا اور اس عرصے میں ایران کی خبر اُس زمانے میں مکے تک آسکتی تھی۔

تفتیشی طریقہ کار

"قیدیوں سے معلومات حاصل کرنے کا رواج آج بھی موجود ہے۔ رُوس میں اکثر و بیشتر گشتی دستے قیدیوں کو پکڑنے کیلئے انٹیلی جنس کے مقاصد کے تحت استعمال کئے جاتے ہیں۔ اُن کو واٹر بورڈنگ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک ایک رُوسی فوجی حکم میں کہا گیا ہے۔" دشمن کے متعلق بہترین معلومات قیدیوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔" (۷۰)

افواہ اور نشر واشاعت کی اہمیت

یُوں تو آپ ﷺ نے اپنے ہر غزوہ اور سریہ میں جاسوسوں سے کام لیا۔ لیکن غزوہ احزاب میں مسلمانوں کی فتح کلیۃً نظام جاسوسی کی مرہون منّت ہے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے۔ کہ "لڑائی فراست کا نام ہے"۔

اس غزوہ میں نعیم بن مسعود اشجعی نے آپ ﷺ کی منشاء کے مطابق احزاب میں افتراق پیدا کر دیا۔ آپ ﷺ پروپیگنڈہ، افواہ اور نشر واشاعت کی اہمیت سے بخوبی واقف تھے۔ یہ ایک ایسا طریقہ ہے جس پر عصر حاضر کی جنگوں کا زیادہ تر انحصار ہے۔

آج متحاربین ایک دوسرے کے متعلق پروپیگنڈے پر بے پناہ انحصار کرتے ہیں اور دشمن کی تشکیلات سے متعلق طرح طرح کی افواہیں اڑاتے رہتے ہیں تاکہ اس کے مورال پر منفی اثرات مرّتب کئے جاسکیں۔ اسی اُصول کے تحت پروپیگنڈہ، افواہ اور نشر واشاعت کی اہمیت نے احزاب میں افتراق پیدا کرنے کے اقدامات کئے۔ پروپیگنڈہ، افواہ اور نشر واشاعت کی اہمیت آپ ﷺ کو معلوم تھی کہ افواہ سازی سے دشمن بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے اور یہ کام نعیم رضی اللہ عنہ بن مسعود الشجعی کے ہاتھوں انجام کو پہنچا۔ لڑائی کے دوران ہی آپ ﷺ کو یہ اطلاع ملی تھی کہ احزاب بنو قریظہ کو مسلمانوں پر پیچھے سے وار کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ اس طرح مسلمان دو تلواروں کے درمیان ہوتے اور خندق مسلمانوں کو نہ بچاسکتی۔ آپ ﷺ نے احزاب کے نفسیاتی بندھن کو توڑا۔ جس کی شروع سے ہی تار عنکبوت سے زیادہ اہمیّت نہ تھی اور ظاہر ہے کہ شجر نازک پر جو آشیاں بنتا ہے وہ کبھی پائدار نہیں ہوتا۔ "قریش کو اپنے وسائل پر بڑا ناز تھا اس لئے ضروری تھا کہ اُن کی معیشت پر ضرب کاری لگائی جائے۔ چنانچہ اس کے لئے آپ ﷺ نے حبس الطریق کا طریقہ اختیار کیا۔ جب قریش پر دباؤ پڑا۔ تو انہوں نے حبشہ میں مقیم مسلمانوں کو اپنے ستم کا نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ ۶ ھجری میں آپ ﷺ کو اپنے وسائل سے اُن کے ارادوں کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے عمرو بن اُمیّہ ضمری نامی ایک غیر مسلم کو اپنا سفیر بنا کر حبشہ بھیجا اور اُن مہاجرین کو مدینہ بُلا لیا۔" (۷۱)

آپ ﷺ اور سراغ رسانی کی اہمیت "آپ ﷺ جاسوسی کی اہمیت سے بخوبی واقف تھے یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ جن افراد کو یہ فریضہ سونپتے، اگر وہ اس بناء پر لڑائی میں شریک نہ ہو سکتے تھے۔ تو اُن کو اُن کی اہم کارگزاری کے باعث مالِ غنیمت میں سے حصّہ مرحمت فرماتے اور جہاد کے ثواب سے بھی بہرہ ور ہونے کی بشارت دیتے۔ اس کی بیّن مثال غزوہ بدر کے موقع پر بھیجے گئے طلحہ رضی اللہ عنہ اور سعید رضی اللہ عنہ نامی جاسوسوں کی ہے۔ آپ ﷺ نے اُن کو مالِ غنیمت میں سے بھی حصّہ دیا اور ثواب کی بشارت بھی سُنائی۔"(۷۲)

نفسیاتی حربوں کا استعمال "آپ ﷺ نے ایک طرف قریش کی تجارتی شاہراہوں کی ناکہ بندی کی تو دوسری طرف آپ ﷺ نے نفسیاتی طریقے بھی استعمال کیئے۔ ۵ ہجری محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ انصاری اپنے ایک دستے، جو تیس افراد پر مشتمل تھا، کے ساتھ بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مدینہ لائے۔ اُنہوں نے مشرّف بہ اسلام ہونے کے بعد قریش کو غلّے کی برآمد روک دی۔ یمامہ مکہ کا پیداواری علاقہ تھا۔ اہل مکہ اس بندش سے بلبلا اُٹھے۔ آپ ﷺ نے اس بندش کا اثر محسوس کرا دینے کے بعد یہ پابندی اُٹھا لینے کا حکم دیا۔"(۷۳)

اس کے علاوہ قحط کے زمانے میں اہل مکہ کو پانچ سو اشرفیاں بھی روانہ فرمائیں۔

عورت اور فوجی راز

غزوہ اُحد کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرک عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت کردی۔ عسکری اعتبار سے اس حکم کا یہ فائدہ یہ ہوا کہ ایسی عورتوں کے ذریعے اہم رازوں کے افشاء ہونے کے جو امکانات تھے اُن کا آئندہ کیلئے سدّباب کر دیا گیا۔ دوسرے مسلمانوں کی نئی نسل پر ایسی عورتوں کی مشرکانہ تعلیم و تربیّت کا اثر پڑنا لازمی تھا، لہذا اس مکان کو بھی ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا گیا۔ اس آیت کا نزول کتنا بر وقت تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ معاہدہ حدیبیہ کی رُو سے اہل مکہ اور اُن کے مشرک حلیفوں کے مدینے کے مسلمانوں کے ساتھ میل جول کے راستے کھل گئے تھے۔ اس طرح ایک ایسا فتنہ پیدا ہو سکتا تھا جس کے ذریعے قریش و یہود کے لئے مسلمانوں کے فوجی راز معلوم کرنے، ان میں پُھوٹ ڈالنے اور بالواسطہ طریقے سے مشرکانہ عقائد پھیلانے کی راہ ہموار ہو سکتی تھی، یہاں یہ ذکر بر محل معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان میں بھی اسی طرح ایک قانون کے ذریعے کلیدی عہدیداروں پر پابندی عائد کی گئی ہے کہ وہ غیر مسلم خواتین کے ساتھ شادی نہیں کر سکتے۔

ضدِ استخبارات

ضدِ استخبارات اُن تمام اعمال، افعال اور اقدامات پر مشتمل ایک ایسی حکمت عملی ہے جس کے ذریعے غیر ممالک کے استخباراتی اداروں کی طرف سے کیے گئے اُن اقدامات کا توڑ کیا جاتا ہے جو وہ ہمارے ملک میں جاسوسی، تخریب کاری، ارہاب و دہشت گردی، قتل و غارت اور دیگر ملک دشمن سرگرمیاں جاری رکھنے کے لیے کرتے ہیں۔ ضد استخبارات آجکل درج ذیل شعبوں پر مشتمل ہوتا ہے۔(۷۴)

۱۔ ضد جاسوسی

۲۔ ضد تباہ کاری

۳۔ ضد ارہاب

۴۔ ضد تخریب کاری

۵۔ ضدِ قتل

۶۔ ضد تعاقب

آپ ﷺ تبلیغ اسلام اور پیغام ربانی کی ترسیل کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ ہر وہ قوت جو رسم کہن کی پرستار اور طرزِ نو سے بدکتی تھی، جن کی جبینیں غیر اللہ کے در پہ جھکنے کی خوگر تھیں۔ جن کے درون خانہ دل صنم خانے تھے۔ جو معاشرتی برائیوں میں اس قدر غرق تھے کہ وہ ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھیں۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے مشن کے دشمن بن گئے۔ اسلام دشمن تمام قوتیں صرف ایک نکتے پر متحد تھیں کہ اس نئے ابھرنے والے دین کو کسی نہ کسی طرح بیخ وبن سے اکھاڑ دیا جائے۔ اس کے ماننے والوں کا نام ونشان تک مٹا دیا جائے۔ اس اتحاد میں کفار مکہ، یہود مدینہ، منافقین مدینہ، مدینہ کے ارد گرد دور ونزدیک رہنے والے اعراب اور عرب کی ہمسایہ مملکتیں جن میں سلطنت روم وسلطنت فارس پیش پیش تھیں، سب شامل تھے۔ کچھ ظاہر وباہر دشمن تھے اور کچھ پوشیدہ اور دُزدیدہ کارروائیوں میں ملوث تھے۔ کچھ حضور ﷺ کے قتل کے درپے تھے۔ کچھ مسلمانوں کے دین وایمان کے دشمن افواہ سازی، پروپیگنڈہ گری اور کردار کشی میں ملوث تھے۔ کچھ دسیسہ کاری، سازشوں اور بیرونی دشمنوں سے اقرار وپیمان کرنے والے تھے۔ کچھ دشمن کے لیے جاسوسی کرنے والے منافقین ایسے بھی تھے جن کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود حضور ﷺ کو متنبہ فرمایا: "اگر یہ تمہارے ساتھ مل کر نکلتے بھی تو تمہارے لیے سوائے فساد کے اور کوئی چیز نہ بڑھاتے بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑا دیتے اور تمہیں فتنے میں ڈالنے کی کوشش میں رہتے۔ ان کے سننے والے (جاسوس) خود تمہارے درمیان موجود ہیں۔ اور اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔"(۷۵)

اسی طرح سورۃ المائدہ میں حکم خداوندی ہے: "اور یہودیوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو غلط باتیں سننے کے عادی ہیں اور ان لوگوں کے جاسوس ہیں جو اب تک آپ کے پاس نہیں آئے۔"(۷۶)

یہ تھے وہ حالات جن میں اللہ کے رسول ﷺ نے باطل کے ساتھ چومکھی لڑائی لڑی۔ ان حالات میں جب زمین بھی دشمن تھی اور زمین کے باسی بھی دشمن تھے۔ مسلمانوں کی چھوٹی سی یہ جماعت جو جہد للبقاء میں مصروف تھی، اپنے دشمنوں کی تدبیروں سے کیسے صرف نظر کر سکتی تھی۔ جہاں آپ ﷺ نے دشمن کے گھر کے اندر اپنے جواسیس مقرر کر رکھے تھے کہ بروقت اطلاعات مل سکیں وہیں آپ ﷺ نے دشمنوں کے جواسیس کو پکڑنے اور اُن کو ناکام بنانے کے لیے ایک منظم نظامِ ضدِ استخبارات وضع کر رکھا تھا۔

دشمن کے جاسوسوں کو پکڑنے، اُن کو رام کرنے اور اُن سے کام لینے، اُن کی تفتیش کرنے، دشمن کے جاسوسوں کو دھوکا دینے اور دشمن تک غلط اطلاعات دشمن کے جاسوسوں کے ذریعے بھجوانے کے بے شمار واقعات سیرت کی کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں۔

ضد تعاقب

کسی غزوے پر نکلنے یا کسی سریہ کی ترسیل سے قبل آپ ﷺ دشمن کے ایجنٹوں کو دھوکا دینے کی غرض سے ہدف یا منزل مقصود اور سمت سفر کو ہمیشہ صیغہ راز میں رکھتے تھے۔(۷۷)

آپ ﷺ کے خلاف کفار مکہ نے بھی ایک جاسوسی جال ترتیب دے رکھا تھا۔ یہ لوگ آپ ﷺ کا مسلسل پیچھا کرتے اور آپ ﷺ کی تمام حرکات و سکنات پر نظر رکھتے تھے۔(۷۸)

چنانچہ آپ ﷺ ان تعاقب کرنے والوں کے خلاف ایسے طریقے اختیار کرتے تھے کہ دشمن کے جاسوس راہ دیکھتے رہ جاتے۔ بیعت عقبہ ثانی کے مقام موعود پر پہنچنے کے لیے آپ ﷺ نے جو راستہ اور وقت مقرر کیا اس کی وجہ سے کفارِ مکہ کے تعاقب کرنے والے افراد آپ ﷺ کا بروقت تعاقب نہ کر سکے۔ اُن میں سے ایک شخص پیچھا کرتے اس وقت عقبہ کی گھاٹی میں پہنچا جب بیعت ہو چکی تھی اور اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر کفار مکہ کو خبردار کرے۔(۷۹)

ہجرت کی رات آپ ﷺ نے اپنے گھر کا ساکن تعاقب یا نگرانی کرنے والوں کو مکمل بے خبر رکھتے ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر کا رُخ کیا۔ آپ ﷺ کو پتہ تھا کہ ہجرت مدینہ کے دوران آپ ﷺ کا تعاقب کیا جائے گا۔ لہذا آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف رُخ کرنے کی بجائے غارِ ثور کا رُخ کیا۔(۸۰)

آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف روانہ ہوتے ہوئے وہ راستہ اختیار کیا جو غیر معروف تھا تاکہ دشمن آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے شریک سفر اصحاب کا تعاقب نہ کر پائے۔(۸۱)

ضد جاسوسی

آپ ﷺ دشمن کے جاسوسوں پر بھی کڑی نظر رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے ضدِ جاسوسی کا ایک نظام مرتب کر رکھا تھا اور جاسوسوں کی شناخت اور گرفتاری کے لیے آپ ﷺ نے چند مخصوص افراد کو یہ فریضہ تفویض کر رکھا تھا۔ چنانچہ غزوہ بنو مصطلق کے دوران آپ ﷺ کے استخبارات کے عملے نے دشمن کا ایک جاسوس گرفتار کر لیا۔ تفتیش کے دوران معلوم ہوا کہ اس نے مسلمانوں کے بارے میں کافی معلومات جمع کر لی تھیں۔ اسے اسلام کی دعوت دی گئی جو اس نے نامنظور کی اور پھر اسے قانون کے مطابق سزا دی گئی۔(۸۲)

سریہ حضرت علیؓ ابن ابی طالب جو فدک کی طرف ۶ھ میں روانہ کیا گیا تھا کے دوران دشمن کا ایک جاسوس گرفتار کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو غلط قسم کی اطلاعات دے کر چھوڑ دیا۔ چنانچہ دشمن نے ان اطلاعات کے مطابق ردعمل ظاہر کیا اور یہ سریہ بغیر لڑائی کے کامیاب و کامران واپس آیا۔(۸۳)

عمرہ قضاء کے لیے جب آپ ﷺ عازم مکہ ہوئے تو آپ ﷺ کے ساتھ چودہ صد صحابہ کی جماعت تھی۔ منافقین اور یہود مدینہ نے اہل مکہ کو حضور ﷺ کی روانگی کی اطلاع قبل از وقت دے دی تھی۔ کفارِ مکہ نے مدینہ کے راستے پر واقع بلند پہاڑی چوٹیوں پر مشاہداتی چوکیاں قائم کر دیں تاکہ آپ ﷺ کی پیش قدمی کے بارے میں بروقت معلومات حاصل کی جاسکیں۔(۸۴)

انہوں نے خالد بن ولید کی سربراہی میں ایک گھڑ سوار دستہ مسلمانوں کو روکنے کے لیے راستے میں تعینات کر دیا تھا۔ مشاہداتی چوکیاں اور گھڑ سوار دستہ مل کر ایک مکمل دفاعی نظام تشکیل دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان مشاہداتی چوکیوں کو دھوکا دینے کے لیے وہ راستہ اختیار کیا جو غیر مستعمل تھا۔ کفار کا دفاعی نظام حضور ﷺ کی راہ تکتا رہ گیا اور آپ ﷺ حرم کی حدود میں داخل ہو گئے۔(۸۵)

غزوہ خیبر کے دوران آپ ﷺ نے حضرت عباد رضی اللہ عنہ بن بشر کو کچھ لوگوں کے ساتھ آگے روانہ کیا کہ وہ یہود خیبر کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ ان کے فرائض میں یہود کے جاسوسوں پر نظر رکھنا بھی شامل تھا۔ چنانچہ انہوں نے راستے میں یہود خیبر کا ایک جاسوس پکڑ لیا۔ جس نے بنو غطفان اور یہود خیبر کے درمیان طے پاجانے والے معاہدے کے بارے میں اطلاع دی۔ اس نے یہود خیبر کے بارے میں تمام دفاعی اور حربی معلومات بھی دیں۔ اس جاسوس کے مطابق یہود مدینہ نے کنانہ بن الحقیق کو حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے پر بھی اکسایا تھا۔ چونکہ حضرت عباد بن بشر نے اسے امان دے دی تھی۔ لہذا اسے اسلام کی دعوت دی گئی جسے اس نے قبول کر لیا اور مسلمان ہو گیا۔(۸۶)

غزوہ خیبر کے دوران قلعہ ناعم جو کہ انتہائی مضبوط اور ناقابل تسخیر تھا کے محاصرے میں مسلمانوں کو کافی تکالیف کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ایک رات گشتی دستوں نے دشمن کے ایک شخص کو گرفتار کر لیا۔ اسے ابتدائی تفتیش کے بعد حضور ﷺ کے پاس پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے جب اس سے پوچھ گچھ کی تو اس نے اپنے اہل و عیال اور اپنی جان کی امان کے بدلے انتہائی اہم تدبیراتی معلومات فراہم کرنے کی پیش کش کی جسے قبول کر لیا گیا۔ حاصل کی گئی معلومات کی بنیاد پر قلعہ پر حملے کی منصوبہ بندی کی گئی۔ حملہ کامیاب ہوا اور اس شخص کو حسب وعدہ امان دے دی گئی اور اس کے بیوی بچے بھی اس کے حوالے کیے گئے۔(۸۷)

ایک رات جب اسلامی معسکر کا پہرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ ایک یہودی آتا دکھائی دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُسے گرفتار کرکے تفتیش شروع کر دی۔ ابتدائی تفتیش کے دوران وہ مشکوک پایا گیا۔ تب اُس شخص نے حضور ﷺ سے ملنے کا عندیہ دیا۔ وہ نطاط کے قلعے کا رہنے والا تھا، جاسوسی کی غرض سے نکلا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہتھے چڑھ گیا۔ حضور ﷺ نے اس سے تفتیش شروع کی تو وہ نہ صرف یہ کہ مان گیا بلکہ نطاط کے قلعے کے بارے میں کافی اہم معلومات بھی دیں۔ ان معلومات کی روشنی میں جب قلعہ پر حملہ کیا گیا تو قلعہ سر ہو گیا۔(۸۸)

غزوہ فتح مکہ کی تیاری کے دوران آپ ﷺ کے ضد استخبارات نے بڑی کامیابی کے ساتھ مدینہ کے گرد اپنا حلقہ قائم کر رکھا تھا کہ آپ ﷺ کی روانگی کی اطلاع کفارِ مکہ تک نہ پہنچ سکے۔ اس دوران حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ نے سارہ نامی مزنی خاتون کے ہاتھوں کفارِ مکہ کو اطلاعی چٹھی روانہ کیا۔ آپ ﷺ کو فوراً اس کا علم ہو گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ بن العوام کو اس خط کے حصول کے لیے روانہ فرمایا۔ دونوں حضرات کامیابی سے واپس آئے۔(۸۹)

مکہ کی طرف سفر کے دوران آپ ﷺ کے ضد استخبارات کے فرائض پر تعینات دستے نے ''الفرج'' اور ''الطلوب'' کے درمیان بنو ہوازن کا ایک جاسوس

گرفتار کر لیا۔ دوران تفتیش اس نے بنو ہوازن کی تیاری کے بارے میں مطلع کیا۔ آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی، جسے اس نے نہ صرف یہ کہ قبول کر لیا بلکہ غزوہ بنو ہوازن کے دوران مسلمانوں کے ساتھ مل کر اپنے اہل قبیلہ کے خلاف برسرِپیکار رہا اور شہادت پائی۔(۹۰)

ضد قتل

حضور ﷺ کی ذات پر کفار مکہ، منافقین مدینہ اور یہود مدینہ نے کئی بار قاتلانہ حملے کے منصوبے بنائے۔ لیکن آپ ﷺ کا اعلیٰ نظام استخبارات آپ ﷺ کو بروقت مطلع کر دیا کرتا اور آپ ﷺ حفاظتی اقدامات فرما لیا کرتے تھے۔ واقعہ شعب ابی طالب سے قبل آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر کئی دفعہ قاتلانہ حملے کیے گئے لیکن سب ناکام ہوئے۔ سب سے پہلا منظم اور باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ تیار کیا گیا پروگرام جس کے تحت آپ ﷺ کو قتل کیا جانا تھا وہ ہجرت کی شب والا منصوبہ تھا۔ اس کی اطلاع آپ ﷺ کو رقیہ بنت ابوسفیان بن الحارث جو کہ بنو زہرہ میں بیاہی ہوئی تھی نے دی اور پھر آپ ﷺ نے اذن ربّ کے تحت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں ہجرت کا سفر شروع کیا۔(۹۱)

جنگ بدر کی شکست کے بعد کفار مکہ نے حضور ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کرنے کے لیے عمرو بن وہب الجمحی کو مدینہ بھیجا۔ اس کے بدلے اس کا تمام قرض معاف کر دیا جانا تھا۔ اس منصوبے کے پیچھے ابوسفیان کا ذہن کارفرما تھا۔ مدینہ پہنچتے ہی عمرو بن وہب گرفتار کرکے حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ تفتیش کے دوران اس نے اپنے مدینہ آنے کے بارے میں ایک حرف تک نہ بتایا۔ لیکن جب حضور ﷺ نے اس کے اور ابوسفیان کے درمیان حطیم میں بیٹھ کر تیار کیے جانے والے منصوبے کا حوالہ دیا تو وہ مسلمان ہو گیا۔(۹۲)

غزوہ بدر کے فوراً بعد قریش مکہ کی دھمکی کے زیرِ اثر بنو نضیر نے آپ ﷺ کو دعوت دی کہ آپ ﷺ یہودی علماء کے ساتھ گفت و شنید کریں۔ اگر ان علماء کو آپ ﷺ کی نبوت پر یقین آ گیا تو وہ آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آئیں گے اور ساتھ ہی دیگر یہود مدینہ بھی اسلام لے آئیں گے۔ منصوبے کے مطابق حضور ﷺ کو گفت و شنید کے بہانے علیحدگی میں لے جا کر قتل کر دیا جانا تھا۔ ایک یہودی خاتون (جس کا بھائی مسلمان تھا) نے اس منصوبے کے بارے میں حضور ﷺ کو بروقت مطلع کر دیا اور آپ ﷺ نے اس مناظرے کا پروگرام ترک کر دیا۔(۹۳)

دوسری بار جب حضور ﷺ بنو صعصعہ کے دو مقتولین جن کو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ ضمری نے قتل کر دیا تھا کی دیت کے معاملے میں بات چیت کی غرض سے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے ابتداً بڑی آؤ بھگت کی اور حضور ﷺ کو تشریف رکھنے کو کہا۔ گفتگو کے بہانے علیحدگی میں جا کر

حضور ﷺ کے قتل کر دینے کا منصوبہ تیار کیا۔ آپ ﷺ کو بروقت اطلاع مل گئی اور آپ ﷺ وہاں سے خاموشی کے ساتھ اُٹھ کر واپس آگئے اور پھر یہی واقعہ بنو نضیر کے مدینہ سے انخلاء کی وجہ ثابت ہوا۔ (۹۴)

غزوہ حدیبیہ کے دوران آپ ﷺ حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اور صلح کی گفت و شنید کے لیے مکی قاصد آ جا رہے تھے۔ کفارِ مکہ میں سے تیز مزاج لوگوں نے آپ ﷺ نے کیمپ پر حملہ کر کے آپ ﷺ کو شہید کر دینے کے لیے ۷۰ کے قریب مسلح افراد کو روانہ کیا۔ ان لوگوں نے حدیبیہ کے ارد گرد کے علاقے میں چھپ کر دن گزارا۔ پروگرام کے مطابق انہوں نے رات کی تاریکی میں حملہ آور ہونا تھا۔ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے استخباراتی نظام نے مطلع فرمادیا۔ آپ ﷺ نے جوابی منصوبہ بنایا اور رات کے وقت حضرت محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ کی سرکردگی میں مدنی پہرے داروں نے ستر کے ستر افراد کو گرفتار کر کے باندھ دیا۔ صبح انہیں حضور ﷺ کے حضور پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے ان سب کو معاف فرمادیا۔ (۹۵)

ضد تخریب

ضدِ تخریب کے لیے آپ ﷺ کا نظام انتہائی موثر اور بے انتہا کارآمد تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کی ذہنی تربیت ہی اس انداز میں کی تھی کہ وہ صحیح اور غلط میں بخوبی اندازہ کر لیتے تھے۔ کفارِ مکہ اور یہود و منافقین کی تخریب کاری کا سب سے بڑا ہتھیار افواہ سازی تھا۔ وہ افواہوں کے ذریعے مسلمانوں کے اندر بددلی اور مایوسی پھیلانا چاہتے تھے۔ جنگ احد میں جب آپ ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیلائی گئی تو وہ کافی کارگر ثابت ہوئی۔ لیکن آپ ﷺ نے فوراً ہی اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے ظاہر کر دیا اور اس طرح ضدِ افواہ کا بنیادی اصول یعنی جو سامنے ہے وہ صحیح ہے۔ کی وجہ سے مسلمانوں میں جوش و جذبہ دوبارہ عود کر آیا اور کفار مکہ کو میدانِ جنگ سے بھاگنا پڑا۔ (۹۶)

افواہ سازی کا دوسرا بڑا واقعہ افک کا ہے جو حضور ﷺ کی پیاری بیوی مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی پر کیچڑ اچھالنے کی ناکام کوشش تھی۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے ایسے موقعوں کے لیے مسلمانوں کو ایک واضح اصول دے دیا: "تم نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا ہمیں ایسی بات منہ سے بھی نہیں نکالنی چاہیے۔ یا اللہ تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے اور تہمت ہے۔" (۹۷)

یعنی افواہ سازی اور اس کی نشر و اشاعت جرم ہے اور خلاف واقعہ بات کو نہ صرف یہ کہ سنتے ہی رد کر دینا چاہیے بلکہ اسے آگے بھی نہیں کہنا چاہیے۔ افواہ سازی اور افواہوں کے خاتمے کے لیے آپ ﷺ نے ایک کمیٹی جو جید صحابہ پر مشتمل تھی تشکیل دی تھی۔ آپ ﷺ نے عام مسلمانوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ جو خبریں اُن تک پہنچیں ان پر یقین یا عمل کرنے سے پیشتر اس کمیٹی تک پہنچائی جائیں۔ قرآن مجید میں ایسی صورت حال کے لیے واضح حکم آیا ہے: "جہاں انہیں کوئی خبر امن یا خوف کی ملی انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول کے اور اپنے میں سے کسی ایسی بات کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے اور نتیجہ اخذ کرتے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت تم پر نہ ہوتی تو معدودے چند لوگوں کے علاوہ تم سب شیطان کے پیروکار بن جاتے"۔ (۹۸)

چنانچہ مسلمان ہر قسم کی آمدہ اطلاعات کی تحقیق کرنے لگے اور اُن کو ذی علم اور اصحاب الرائے حضرات کے پاس لے جانے لگے۔ اس طرح افواہ سازوں کی کاوشیں سرد ہونے لگیں اور افواہیں اپنی موت آپ مرنے لگ گئیں۔ منافقین اور یہود مدینہ اس طرح کے کاموں میں بڑے ماہر تھے۔ منافقین مدینہ نے جاسوسی کی کارروائیوں کے لیے اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ مہم کو موثر انداز میں چلانے کے لیے مسجد ضرار کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس میں نماز پڑھنے سے منع فرمادیا۔ اور آنحضرت ﷺ نے اس کے انہدام کا حکم صادر فرمایا۔ (۹۹)

منافقین مدینہ مسلمانوں میں افتراق اور تفریق کے بھی خواہاں رہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ دورِ جاہلیت والے اوس و خزرج دوبارہ لوٹ آئیں اور ان کے درمیان تلوار حائل رہے۔ چنانچہ ایک بار شاس بن قیس نے ایک نوجوان کو اس محفل میں بھیجا جس میں اوس و خزرج کے لوگ باہم شیر و شکر بیٹھے خوش گپیاں

کر رہے تھے۔اس نوجوان نے بھیجنے والے کے ایما پر جنگ بعاث کا ذکر چھیڑ دیا۔پرانے زخم ہرے ہونے لگے۔قریب تھا کہ تلواریں نکل آتیں، آپ ﷺ فوراً موقع پر پہنچ گئے اور فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ اللہ کیا میرے رہتے ہوئے یہ جاہلیت کی پکار اور وہ بھی اس کے بعد کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں اسلام کی ہدایت سے سرفراز فرما چکا ہے۔آپ ﷺ کی نصیحت سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو احساس ہوا کہ یہ ایک شیطانی چال تھی چنانچہ وہ رونے لگے۔ایک دوسرے کے گلے لگ گئے اور پھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اطاعت شعار بن کر مدینہ کے اندر لوٹ آئے۔(۱۰۰)

قرآن مجید میں ان کی اس قسم کی حرکات اور مجرمانہ روش کا تفصیلی تذکرہ سورہ آل عمران میں موجود ہے۔آپ ﷺ نے اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ غیر ضروری اختلاط سے بھی اسی لیے منع فرمایا تاکہ اُن کو مسلمانوں میں ذہنی پراگندگی پھیلانے کا موقع نہ مل سکے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔یہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار پھر انہی میں ہے۔یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔"(۱۰۱)

یہ تو اس دور کی بات ہے جب غیرت اسلامی اور حمیت ملی اپنے عروج پر تھی۔خدا اور اس کے رسول ﷺ نے اس قدر سختی سے یہود و نصاریٰ پر اعتماد و بھروسہ کرنے سے منع فرمادیا تھا۔اب جب کہ ذہنی مرعوبیت، اخلاقی پستی، معاشی کمزوری، علمی کم مائیگی اور سائنس اور ٹیکنالوجی سے تہی دامن کی حالت میں یہ اختلاط

باہمی کیا رنگ لا سکتا ہے۔اس کا اندازہ ہر صاحب عقل کر سکتا ہے۔

تعلیم، سائنس، ٹیکنالوجی وغیرہ کے حصول کے لیے ان کے ساتھ میل جول رکھا جا سکتا ہے تاہم وہاں جانے والے طالب علموں کو اغیار کی طرف سے ذہنی تخریب کاری سے بچانے کے لیے پہلے سے آگاہ اور تیار کر کے بھیجنا زیادہ سود مند ہوگا۔

ضد ارہاب

امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: "بات یہ ہے کہ خلق خدا پر تسلط جمانے کا ارادہ ظلم ہے کیوں کہ سارے انسان ایک ہی جھنڈ سے وابسطہ ہیں۔پس کسی کا یہ چاہنا کہ وہی سب سے اونچا ہو کر رہے اور اس جیسے دوسرے اس کے ماتحت بن کر رہیں یہ ظلم ہے۔"(۱۰۲)

حقیقت یہ ہے کہ دوسروں پر تسلط جمانے کی خواہش ظلم اور فساد کی جڑ ہے اور شریعت خیر الانام ﷺ کا بنیادی مقصد رفع شر و فساد اور قیام امن و اصلاح ہے۔قرآن مجید کی متعدد آیات میں زمین میں فساد اور شر کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔آپ ﷺ کے وہ فیصلے جو مختلف اقضیہ میں آپ ﷺ نے صادر فرمائے تھے اُن میں جہاں روزمرہ زندگی کے آداب، خوشگوار انسانی زندگی اور انسانوں کے مابین عمدہ تعلقات اور امورِ دین دنیا کی اعلیٰ معیار کارکردگی کے مطابق انجام دہی آپ ﷺ کا مقصد تھا، وہاں آپ ﷺ کے ان فیصلوں نے قیامِ عدل، ازالہ ظلم و فساد اور قیام امن و صلاح جیسے اعلیٰ مقاصد کو بھی مدنظر رکھا۔آپ ﷺ نے ضد ارہاب کے بارے میں بھی پورا نظام وضع فرمایا۔قرآن مجید میں فساد فی الارض کو انتہائی برا عمل قرار دیا گیا ہے۔فساد فی الارض کو قرآن مجید میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کہا گیا ہے۔چنانچہ اس کے بارے میں حکم ہے: "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے ہیں کہ فساد برپا کریں۔ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں، یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ ڈالے جائیں، یا وہ جلا وطن کر دیئے جائیں۔"(۱۰۳)

تخریب کاری چاہے قرونِ اولیٰ میں تھی یا قرونِ وسطیٰ میں یا پھر آجکل کے دور میں مفسدین کے ہاں یہ اصلاح احوال کی تگ و دو ہوتی ہے۔چنانچہ قرآن مجید میں اُن کی اس کیفیت شعور کا یوں احاطہ کیا گیا ہے: "جب کبھی اُن سے کہا گیا کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو انہوں نے یہی کہا کہ "ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔خبر دار حقیقت میں یہی لوگ مفسد ہیں مگر انہیں شعور نہیں ہے۔"(۱۰۴)

قرآنی حکمت کے ان موتیوں کے تناظر میں اگر آج استعماری طاغوتی طاقتوں کے اصلاح فی الارض کے پروگرام پر نظر ڈالیں یا نام نہاد مزاحمتی تنظیموں کی مسلم کش آدم بیزار کاوشوں کا جائزہ لیا جائے۔ جو نہ تو مساجد میں رکوع و سجود کرنے والوں کو معاف کرتے ہیں نہ علم کے منابع کو، نہ آمدورفت کے ذرائع کو اور نہ ہی کسی ایسے مسلمان کو جو اُن کے مسلک سے وابسطہ نہ ہو، تو سب فساد فی الارض کے داعی اور مفسدین فی الارض ہیں۔ "یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے۔ مگر یہ سودا اُن کے لیے نفع بخش نہیں ہے۔ اور یہ لوگ ہر گز صحیح راستے پر نہیں ہیں۔"(۱۰۵)

آپ ﷺ فساد فی الارض کے خلاف ہمیشہ ہوشیار رہتے تھے۔ آپ ﷺ کا نظام استخبارات اس معاملے میں انتہائی سرعت سے کارروائی کرتا۔ اور آپ ﷺ کا لشکر دشمن کو ان کے گھروں میں جالیتا تھا۔ آپ ﷺ یہ بات ہرگز پسند نہیں فرماتے تھے کہ کفار اور منافقین کو اس کا موقع دیا جائے کہ وہ مدینہ یا اس کے گردونواح میں حملہ کریں اور لوٹ مار کریں، چنانچہ آپ ﷺ کے بھیجے گئے سرایا اور وہ غزوات جن کی قیادت آپ ﷺ نے خود فرمائی ان میں اکثریت ایسی ہی اطلاع ملنے پر روانہ کیے گئے اور اس سے قبل کہ دشمن دارالاسلام پر حملہ آور ہوتا۔ آپ ﷺ کی سپاہ اُن پر حملہ کر کے اُن کو تتر بتر کر دیتی تھی۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ایسے افراد جو اللہ اور اس کے رسول سے عہد کر چکے تھے اور پھر نہ صرف یہ کہ وہ عہد سے پھر گئے بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف عسکری معرکوں میں حصہ بھی لیا، کو قرار واقعی سزائیں دیں۔ کیونکہ یہ بھی زمین میں فساد پھیلانے والوں کے زمرے میں آتے تھے۔ مثلاً جنگ بدر کے دوران ابوعزہ عمرو ابن عبداللہ گرفتار ہو کر آیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے درخواست کی کہ میری پانچ بیٹیاں ہیں مجھے اُن کی خاطر معاف کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے اسے رہا کر دیا۔ رہائی پاتے ہی اس نے عہد کیا کہ آئندہ زندگی بھر نہ تو آپ ﷺ کے خلاف کسی جنگ میں حصہ لے گا اور نہ آپ ﷺ کے خلاف کسی قسم کی معاندانہ کارروائی کا حصہ بنے گا۔ جنگ اُحد کے دوران دوبارہ گرفتار ہو کر لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر مشہور جملہ ادا فرمایا:

"یعنی مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جا سکتا اور اس کو فوراً قتل کرا دیا"(۱۰۶)

قبیلہ عُرنیہ کے آٹھ آدمی حضور ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔ مدینہ کی آب و ہوا ان کو راس نہ آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے اونٹوں کی چراگاہ میں رہنے کو کہا۔ وہ لوگ وہاں رہے یہاں تک کہ تندرست ہو گئے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے اونٹوں کے رکھوالے حضرت یسار رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے۔ اُنکی آنکھیں نکال دیں اور زبان کاٹ کر تڑپتا چھوڑ گئے۔ حضور ﷺ نے کرز بن جعفر الفہری کو اُن کے تعاقب میں روانہ کیا۔ وہ انہیں گرفتار کر کے اور تمام اونٹوں سمیت واپس لے آیا۔ آپ ﷺ نے اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹنے، آنکھیں پھوڑنے اور کھجوروں کے ساتھ لٹکا دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ اُنکو یہی سزا دی گئی۔(۱۰۷)

مندرجہ بالا تمام بحث سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں کہ آپ ﷺ ارہاب کی کسی بھی صورت کو برداشت نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ دہشت گردوں کے بارے میں پیشگی اطلاعات کے متمنی رہے۔ جہاں کہیں اُنکے بارے میں معلوم ہوتا آپ ﷺ کے سپاہی اُن پر ٹوٹ پڑتے اور ثانیاً اُنکو عبرت ناک سزائیں دی جاتی تھیں تاکہ دوبارہ ایسی حرکت کوئی نہ کر سکے۔

ضد سبوتاژ

سبوتاژ ایسی کارروائیاں ہوتی ہیں جن کے ذریعے استخباراتی ادارے اپنے خصوصی وسائل استعمال کرتے ہوئے دشمن ملک کے اُن وسائل کو تباہ یا ناقابل استعمال بناتے ہیں جو دشمن کی حربی کارروائیوں کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ مثلاً تیل، اسلحہ، گولہ بارود یا دیگر ضروری سامانِ حرب کے ذخائر کو کلی یا جزوی طور پر تباہ کر دینا۔ وغیرہ شامل ہیں۔ قرآن مجید میں عمومی طور پر سبوتاژ کی مذمت کی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حکم خداوندی ہے: "جب اسے اقتدار

(قوت) حاصل ہو جاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ وہ فساد پھیلائے۔ کھیتوں کو غارت کرے اور نسلِ انسانی کو تباہ کرے۔ حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا ہے) فساد کو ہر گز پسند نہیں کرتا۔"(۱۰۸)

لیکن میدانِ جہاد میں یہ سب کچھ جائز ہے۔ تاکہ دشمن کی استعدادِ کار کو مفلوج کر دیا جائے اور جنگ کی تباہ کاری کو جلد از جلد اپنے منطقی انجام تک پہنچایا جائے۔ حضورﷺ نے غزوہ بنو نضیر کے دوران کھجور کے درخت، جن پر دشمن کے جانوروں کے چارے کا انحصار تھا، کٹوائے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید فرقانِ حمید اس بارے میں یوں بیان کرتا ہے: "جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا اُن کو اُن کی جگہ پر قائم رہنے دیا۔ سو دونوں باتیں خدا کے حکم اور رضا کے مطابق ہیں، تاکہ وہ کافروں کو رسوا کرے۔"(۱۰۹)

حضور نبی اکرمﷺ کی حیاتِ طیبہ میں آپﷺ کے دشمن ابوسفیان نے بھی یہ کام کیا تھا جب وہ غزوہ بدر کا انتقام لینے کے لیے چوری چھپے مدینہ پر حملہ آور ہوا، کھجور کے کچھ درخت کاٹے اور حضورﷺ کے ملازمین میں سے چند ایک کو قتل کیا اور پلٹ گیا۔ مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا، وہ ستو کے تھیلے پھینکتا انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ ایک دفعہ عینیہ بن حصن فزاری نے بھی ایسی حرکت کی تھی۔ چنانچہ آپﷺ نے آئندہ اس قسم کے حملوں سے بچنے کے لیے مدینہ منورہ کے اندر باقاعدہ شب پہرہ کا بندوبست فرمایا اور دن کے وقت گشت اور چوکیداری کا نظام رائج فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپﷺ نے بیت المال، اسلحہ خانوں اور گھوڑوں کے اصطبل وغیرہ کا حساب کتاب رکھنے والے لوگ مقرر فرمائے۔ اس طرح سبوتاژ کی وارداتوں کا سدِّ باب فرمایا۔

استخبارات کے حصول کے ذرائع

استخبارات کا بنیادی کام اخبار کا حصول ہے۔ استخباراتی ادارے اس مقصد کے لیے ظاہری ذرائع اور مخفی ذرائع استعمال کرتے ہیں۔
عہد رسالت میں اطلاعات کے حصول کے لیے دونوں ذرائع استعمال ہوتے تھے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

ظاہر ذرائع

"ظاہر" میں ایسے تمام ذرائع شامل ہیں جن کا حصول عام آدمی کے لیے آسان ہوتا ہے۔ مثلاً اخبار، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ۔(۱۱۰)

حوالہ جات:

1. القرآن النحل:
2. القرآن، المائدہ:۸۷
3. القرآن، انفال:۳۰
4. القشیری مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم شریف، ترجمہ: مولانا عزیز الرحمن، مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار، لاہور، س۔ن۔ حدیث نمبر ۷، جلد ۲، ص۔ ۸۲۔ ۸۳
5. پروفیسر محمد صدیق قریشی رسول اکرم کا نظام جاسوسی، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص ۲۵
6. القرآن، توبہ:
7. القرآن ۳۳:۲۱
8. علامہ علی بن برہان الدین حلبیؒ، غزوات النبیؐ، کراچی، دارالاشاعت، س۔ن، ص۔ ۵۵

9. ابن قیم، علامہ حافظ، زاد المعاد، ترجمہ رئیس احمد جعفری۔ کراچی، نفیس اکیڈمی، ء ج ۲، ص ۱۳۳
10. رونلڈ، وکٹر کارٹنے، باڈلے، محمد رسول اللہ، مترجم، سید محمد امین زیدی، لاہور، ء، ص۔ ۔
11. محولہ بالا بخاری جلد۔ اوّل ص۔ ۶۵۵
12. فضل الرحمن، محمد ایز ملٹری کمانڈر، لندن، مسلم اسکول ٹرسٹ، ء، ص
13. طبریِ ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، کراچی، نفیس اکیڈمی، س۔ن، ج ۲، ص ۔
14. ایضاً۔
15. ابن اسحاق، محمد، کتاب السیر والمغازی، ترجمہ: پروفیسر رفیع اللہ شہاب، لاہور، مقبول اکیڈمی، ء، ص
16. محولہ بالا تاریخ الامم والملوک ص ۔
17. سعد، محمد ابن، الطبقات، ترجمہ: عبد اللہ العمادی، کراچی، نفیس اکیڈمی، س۔ن، حصہ اوّل، ص ۲۸۸۔
18. ہشام، عبد الملک بن، السیرۃ النبویہ لابن ھشام، ترجمہ: محمد انشاء اللہ خان، ابلاغ پبلشرز، ۲۰۰۳ء، حصہ اوّل، ص ۱۶۷۔
19. محولہ بالا بخاری حدیث نمبر ۲۸۸۵
20. ایضاً
21. الواقدی، محمد بن عمر، کتاب المغازی، تحقیق مارسیڈن جونز، اکسفورڈ، مطبعہ جامعہ، ۱۹۶۶ء، ج ۱، ص ۳۳۴ اور ۳۳۶
22. محولہ بالا واقدی، ص ۳۳۶، ۳۹۷ اور ۶۰۶
23. محولہ بالا السیرۃ النبویہ لابن ھشام ص ۲۳۱
24. محولہ بالا غزوات النبیؐ ص ۲۱۷
25. محولہ بالا واقدی، ص ۴۷۴۔
26. محولہ بالا غزوات النبیؐ ص ۳۴۴
27. محولہ بالا واقدی، ص ۵۵۵
28. گلزار احمد، بریگیڈئر، غزواتِ رسولؐ، راولپنڈی، مکتبہ الختیار، ۴-اے گلستان کالونی، ۱۹۹۲ء، حصہ پنجم، ص ۲۲۵
29. محولہ بالا واقدی، ص ۷۲۲،
30. ایضاً ص ۸۲۴
31. ایضاً الجزء الثالث، ص ۹۰۳
32. عروہ بن زبیر، مغازی رسول، ترجمہ: سعید الرحمن علوی، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۲۰۰۰ء، ص ۲۲۱
33. محولہ بالا محمد ایز ملٹری کمانڈر ص ۲۴۰
34. محولہ بالا تاریخ الامم والملوک ج ۲، حصہ اوّل، ص ۲۸۶
35. القرآن سورۃ النساء: ۱۰
36. محولہ بالا مسلم شریف حدیث نمبر ۶۶۶۶

37. محولہ بالا سنن ابی داؤد، احادیث نمبر ۱۳۴۴ اور ۱۳۴۵
38. محولہ بالا واقدی، ص ۱۰۰
39. ایضاً ص ۱۰۵
40. ایضاً ص ۴۱۰
41. ایضاً
42. محولہ بالا مسلم شریف حدیث نمبر ۳۰۹
43. ایضاً، حدیث نمبر ۳۱۰
44. القرآن ۳:۱۶۱
45. محولہ بالا بخاری حدیث نمبر ۴۴۱۸۔
46. محولہ بالا بخاری حدیث نمبر ۴۱۹۷
47. محولہ بالا واقدی، ص ۷۹۷
48. ایضاً
49. محولہ بالا بخاری حدیث نمبر ۳۹۸۳، ۴۲۷۳۔
50. محولہ بالا زاد المعاد ص ۲۴۷
51. محولہ بالا بخاری حدیث نمبر ۳۰۳۰، ۳۰۲۸
52. ایضاً حدیث نمبر ۔
53. محولہ بالا السیرۃ النبویہ لابن ھشام ص
54. محمود شیث خطاب۔ دُروس فی الکتمان من الرسول القائد، بیروت، دار الارشاد للطباعۃ والنشر والتوزیع، ء، ص
55. محولہ بالا بخاری ص۔ ۹۲۱
56. محولہ بالا السیرۃ النبویہ لابن ھشام جلد اوّل ص۔
57. محولہ بالا الطبقات جلد سوئم ص۔
58. الجزری، عزالدین بن الاثیر، اسدُ الغابہ، ترجمہ عبد الشکور فاروقی، لاہور، المیزان پبلیشرز، ۲۰۰۶ء، جلد دوئم ص۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷
59. ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ عہد نبوی کے میدان جنگ۔ اسلام آباد۔ ملت پبلیکیشنز۔ فیصل مسجد، اگست ء صفحہ نمبر ص۔ ۹۸
60. محولہ بالا السیرۃ النبویہ لابن ھشام جلد دوئم ص۔ ۴۰۳
61. ایضاً جلد اول، ص۔ ۷۴۴
62. محولہ بالا اسد الغابہ، جلد سوم، ص۔ ۱۱۰
63. محولہ بالا کتاب السیر والمغازی، ص۔ ۳۳۴، ۳۲۸
64. ہیکل، محمد حسین، سیرہ رسول، ترجمہ: ابو یحییٰ امام، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامی، ۱۹۸۸ء، ص ۳۶۰

65. القرآن الحکیم۴۹:۶
66. Montgomary Watt, Muhammad at Madina, Oxford Press, 1956, p.6
67. محمد رسول اللہ ﷺ، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ترجمہ و توضیح: پروفیسر خالد پرویز، لاہور، بیکن بکس اُردو بازار، ۲۰۰۵ء ص ۱۱۷
68. محمد صدیق قریشی، رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ، لاہور ء، ص۔
69. محولہ بالا الطبقات جلد دوم ص۔ ۳۶
70. Raymond L. GarthoffHow Russia Makes War,P.263
71. ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی،، ص۔ ۱۱۱
72. محولہ بالا اسد الغابہ، جلد سوئم ص۔ ۱۵۹
73. محولہ بالا زاد المعاد جلد دوم ص۔
74. نارمن پالمر اینڈ تھومس بی الین، دی انسائیکلوپیڈیا آف اسپینیج، جرمنی بکس، نیویارک، ء، ص
75. القرآن
76. القرآن
77. محولہ بالا بخاری حدیث نمبر
78. محولہ بالا تاریخ الامم والملوک ص ۸۸
79. محمد احمد باشمیل، غزوہ بدر، ص ۶۸، ۶۹
80. محولہ بالا الطبقات، ص ۲۹۴
81. ایضاً ص ۲۹۴
82. محولہ بالا واقدی، ص
83. محولہ بالا السیرۃ النبویہ لابن ھشام ص ،
84. محولہ بالا واقدی، ص
85. محولہ بالا السیرۃ النبویہ لابن ھشام ص
86. محولہ بالا واقدی، ص
87. ایضاً ص ،
88. ایضاً ص ۲۶۶
89. محولہ بالا بخاری حدیث نمبر
90. محولہ بالا واقدی، ص
91. ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ محمدؐ رسول اللہ۔ لاہور، بیکن بکس، ، ص
92. محولہ بالا تاریخ الامم والملوک ص

93. اکرم ضیاء العمری۔ مدنی معاشرہ عہد رسالت میں۔ ترجمہ عذرا نسیم فاروقی، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ء، ص
94. محولہ بالا الطبقات ص
95. محولہ بالا تاریخ الامم والملوک ص ۲۵۲
96. محولہ بالا واقدی، ص ،
97. القرآن ۲۴:۱۶
98. القرآن النساء: ۸۳
99. محولہ بالا واقدی، ص ،
100. صفی الرحمن، الرحیق المختوم، لاہور، المکتبہ السلفیہ، ء، ص
101. القرآن ۵:۵۱
102. ابن تیمیہ، السیاسۃ الشریعۃ، التراث مرکز ابحاث الحاسب الآلہ لیزر ڈسک، ء، باب ثانی، فصل ۸ جلد اوّل، ص ۳۹، ۴۰
103. القرآن ۵:۳۳
104. القرآن ۲:۱۱، ۱۲
105. القرآن ۶:۱۲
106. محولہ بالا واقدی، ص ۱۱۱
107. محولہ بالا الطبقات ص
108. القرآن، البقرہ: ۲۰۵
109. القرآن حشر: ۵
110. محولہ بالا دی انسائیکلوپیڈیا آف اسپینیج، ص ۴۲۰